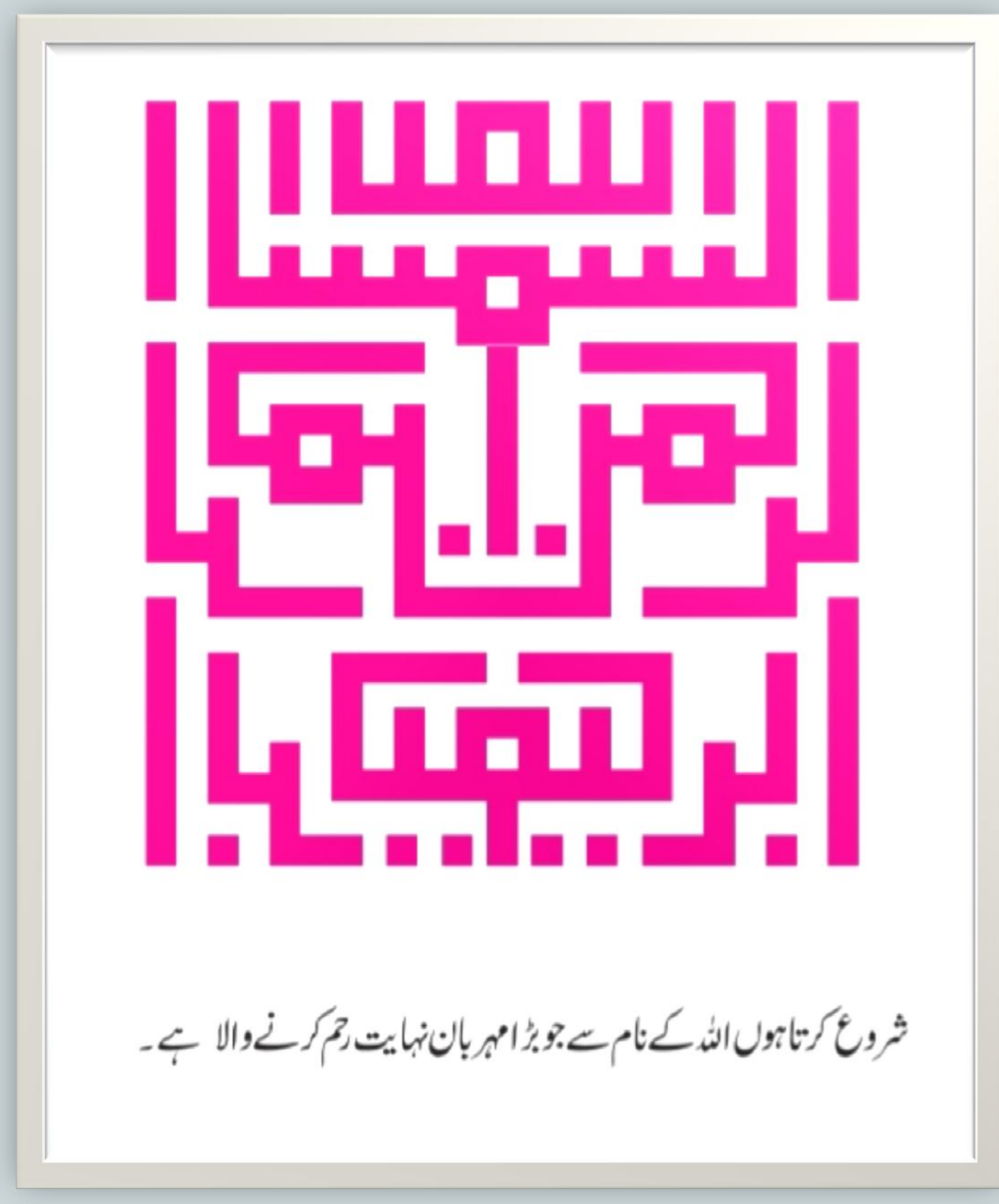
غزل پوش



ہاشم علی خان ہمدم


شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے ۔

غزل پوش

سولھواں مجموعہء کلام

ہاشم علی خان ہمدم

مکتبہ ء ارمغانِ ابتسام ، اسلام آباد

https://archive.org/details/@nzkiani

nzkiani@gmail,com

تعارف

نام: ہاشم علی خان ہمدم

ولدیت: زمرد خان

تاریخ پیدائش: 7 جولائی 1973ء

تعلیم: ایم اے اردو، ایم اے انگریزی، بی ایڈ (پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

جائے پیدائش: خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک

پیشہ: درس وتدریس

سرکاری ملازمت: اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ

ادبی خدمات: بانی و منتظم موج غزل ادبی فورم (فیس بک)

اصناف سخن: حمد، نعت، غزل، نظم، سلام، منقبت، طنز ومزاح

تصانیف:

۱۔ موجِ کرم (حمد ونعت)

۲۔ پانچواں موسم (غزلیات)

۳۔ آئینہ سچ بولتا ہے (غزلیات)

۴۔ موج غزل (طرحی غزلیات)

۵۔ محبت کی زباں (طرحی غزلیات)

۶۔ دھوپ کی دیوار (طرحی غزلیات)

۷۔ چراغِ فکر (طرحی غزلیات)

۸۔ جہانِ خواب (طرحی غزلیات)

۹۔ چشمِ تماشا (طرحی غزلیات)

۱۰۔ سراب سے آگے (طرحی غزلیات)

۱۱۔ تیسرے کنارے پر (طرحی غزلیات)

۱۲۔ آدھا سفر (طرحی غزلیات)

۱۳۔ نمودِ سحر (طرحی غزلیات)

۱۴۔ آخری چراغ (غزلیات)

۱۵۔ چراغِ حرف (غزلیات)

۱۶۔ غزل پوش (غزلیات)

زیرِ طبع کلام:

۱۷۔ دم (دیوان)

۱۸۔ سبیلِ کرم (نعتیہ مجموعہ)

۱۹۔ طیبہء جاں (نعتیہ نظمیں)

۲۰۔ خواب سراب (نظمیں)

۲۱۔ روشنی کے پھول (سلام ومناقب)

۲۲۔ سیلفیاں (مزاحیہ کلام)

پتہ: خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک فون نمبر: 0311-5509555

انتساب

غزل پوش

محبت کے نام

صبر لازم ہے مگر جبر پہ خاموش نہیں رہنا ہے
ہم نے تاریخ کے اوراق میں روپوش نہیں رہنا ہے

کتاب: غزل پوش

شاعر: ہاشم علی خان ہمدم

پتہ: خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک

itshamdam@gmail.com

0311-5509555

سن اشاعت: ۲۰۲۴ء

ایڈیشن: اوّل (برقی اشاعت)

سرورق: نوید ظفر کیانی

ناشر: مکتبہ ارمغانِ ابتسام، اسلام آباد

قیمت: مفت ڈاؤن لوڈ

ویب سائٹ لنک: archive.org

فہرست

۱ ☆ ۱۷

صبر لازم ہے مگر جبر پہ خاموش نہیں رہنا ہے
ہم نے تاریخ کے اوراق میں روپوش نہیں رہنا ہے

۲ ☆ ۲۰

جب تک دل و نظر کو سمندر نہیں کیا
میں نے بھی تیرے شہر کا پانی نہیں پیا

۳ ☆ ۲۲

اٹھائے پھرتے ہوئے زندگی گرفتہ دل
اداس کیوں نہ کریں شاعری گرفتہ دل

۴ ☆ ۲۵

آنکھوں میں خواب ، خواب میں جگنو نہیں رہے
چھٹنے لگا سراب کہ آنسو نہیں رہے

۵ ☆ ۲۸

روبرو صرف تو ، کو بہ کو صرف تو
آرزو صرف تو ، جستجو صرف تو

۶ ☆ ۳۱

رمز کی گرہیں کھلیں ، تازہ لکیریں خاک پر کھنچنے لگیں
صورتیں ترتیبِ نو سے کوزہ گر کے چاک پر کھنچنے لگیں

۷ ☆ ۳۴

کٹے نہیں ہیں یہ پر بے سبب پرندوں کے
خموش کر دیے جائیں گے لب پرندوں کے

۸ ☆ ۳۶

دیوار و در پہ کھلتے ہوئے پھول دیکھ کر
حیرت ہے آئنے پہ پڑی دھول دیکھ کر

۹ ☆ ۳۹

زندگی تماشا ہے ، آئنے سے ظاہر ہے
جو ہمارے اندر ہے ، وہ جہاں سے باہر ہے

۱۰ ☆ ۴۱

میں نے کہا ، چراغ بجھاتے ہوئے چلیں
اس نے کہا ، کہ دل بھی جلاتے ہوئے چلیں

۱۱ ☆ ۴۴

مصروف زندگی پہ اجارہ نہیں رہا
دل ہو گیا کسی کا ، ہمارا نہیں رہا

۱۲ ☆ ۴۷

دل دشتِ سحر تاب میں آوارہ ہوا ہے
یہ عشق مرے خواب کا گہوارہ ہوا ہے

۱۳ ☆ ۵۰

اپنا اپنا دیا ، سب کو معلوم ہے
کون ، کیسے جلا ، سب کو معلوم ہے

۱۴ ☆ ۵۲

یہ جو ملگجی سی سویر ہے ، ابھی دیر ہے
مرے شہر میں جو "اندھیر" ہے ، ابھی دیر ہے

۱۵ ☆ ۵۴

مرا ہم درد ایسا تو نہیں ہے
وہ لہجہ سرد ایسا تو نہیں ہے

۱۶ ☆ ۵۶

چراغِ نورِ سحر جلاتے تو عید ہوتی
تمھیں شریک سفر بناتے تو عید ہوتی

۱۷ ☆ ۵۸

اک دوسرے کے پیار کی منزل ہمیں رہے
دھڑکن ، خیال ، سانس میں شامل ہمیں رہے

۱۸ ☆ ۶۰

سینے میں دل نہیں ہے کوئی سل پڑی ہوئی
کیسے ٹلے گی عشق میں مشکل پڑی ہوئی

۱۹ ☆ ٦۳

آنگن میں دیوار اٹھائی ذہنوں کو تقسیم کیا
کس نے گھر میں آگ لگائی ، رشتوں کو تقسیم کیا

۲۰ ☆ ٦۷

آنکھوں سے دل کا دشت لبا لب کیا گیا
سب کچھ بہ شرطِ مسلک و مذہب کیا گیا

۲۱ ☆ ۷۰

چشمِ حیرت ! آگہی کا دائرہ آسان کر
پیشِ منظر ، آئنہ در آئنہ آسان کر

۲۲ ☆ ۷۴

جب بھی ہوتا ہے کسی سے پیار ، آنکھیں بولتی ہیں
دل لگی میں بر سرِ پیکار آنکھیں بولتی ہیں

۲۳ ☆ ۷۷

بک رہے ہیں کاغذوں کے پھول میرے شہر میں
ہو گئی کیا باغباں سے بھول میرے شہر میں

۲۴ ☆ ۸۰

وقت پڑ جائے تو سورج پہ بھی چڑھ سکتا ہے
اپنے سائے سے بھلا کون بچھڑ سکتا ہے

۲۵ ☆ ۸۲

چلو کوئی گل نہیں ، کوئی بات نہیں
کوئی ہل چل نہیں ، کوئی بات نہیں

۲۶ ☆ ۸۴

مسلسل خواب میں رہنا ، ملاقاتوں سے پہلے تھا
محبت میں اکیلا پن حسیں گھاتوں سے پہلے تھا

۲۷ ☆ ۸۶

گزر رہا ہے دسمبر تمھارے ہوتے ہوئے
اک اور سال ہوا سر تمھارے ہوتے ہوئے

۲۸ ☆ ۹۰

نظر میں رنگ بھرے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے
چراغ پھول ہوئے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

۲۹ ☆ ۹۲

خواب داری ہے آگہی کے سبب
اور ہے آگہی کسی کے سبب

۳۰ ☆ ۹۴

جی چاہتا ہے آج تجھے دیکھتا رہوں
پھر دیکھنے کے بعد تجھے سوچتا رہوں

۳۱ ☆ ۹۶

تاروں کی بارات سجی ہے ، میلہ ہے
خواب نگر میں پھر بھی چاند اکیلا ہے

۳۲ ☆ ۹۹

رمز کھلتے ، نقش ہوتے ، خواب دیکھا دیر تک
جھیل میں ٹھہرا ہوا مہتاب دیکھا دیر تک

۳۳ ☆ ۱۰۲

ذکر ہوتا ہے کسی کا غائبانہ دیر تک
یاد آتا ہے محبت کا زمانہ دیر تک

۳۴ ☆ ۱۰۴

محبتوں کے سمندر کو طے نہیں کرتا
جو اپنی آنکھ کے پانی کو مے نہیں کرتا

۳۵ ☆ ۱۰۶

شادی مرگ میں بسمل کی طرح رقص کرے
دل وہ خودکش ہے جو قاتل کی طرح رقص کرے

۳۶ ☆ ۱۰۹

نادیدہ خوابوں کی تلافی مشکل ہے
آنکھوں پہ یہ بوجھ اضافی مشکل ہے

۳۷ ☆ ۱۱۱

نہیں ہے دل پہ مجھے دسترس ، خیال رہے
میں کھو چکا ہوں محبت میں بس ، خیال رہے

۳۸ ☆ ۱۱۴

چھڑی بہار کی سرگم ، ذرا خیال رہے
یہی ہے پیار کا موسم ، ذرا خیال رہے

۳۹ ☆ ۱۱۶

محبت میں غزل داری کریں گے
سخن ور ہیں سخن کاری کریں گے

۴۰ ☆ ۱۱۸

یوں سبیلِ حرف سے احساس جاری کر چلے
ہم غزل کہتے ہوئے بھی نظم کاری کر چلے

۴۱ ☆ ۱۲۲

ہر شخص کی قسمت میں یہ ہوتا ہے کم و بیش
دنیا میں جو ہنستا ہے ، وہ روتا ہے کم و بیش

۴۲ ☆ ۱۲۴

خوش تاب سرابوں کا تماشا ہے کم و بیش
جو کچھ نظر آتا ہے ، وہ دھوکا ہے کم و بیش

۴۳ ☆ ۱۲۶

آئنہ پیشِ نظر ہے ، روشنی پیشِ نظر
دیکھ سکتا ہوں تجھے ، اے زندگی پیشِ نظر

۴۴ ☆ ۱۲۹

عید کے چاند سے خورشید مبارک ٹھہرے
عید ہے ، باعثِ خوش دید مبارک ٹھہرے

۴۵ ☆ ۱۳۱

ایک سایہ بدن سے لپٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا
زندگی کا سفر یوں ہی کٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

۴۶ ☆ ۱۳۳

پیش منظر مسلسل بدلتا رہا ، وقت کٹتا رہا
خواب کا سلسلہ ساتھ چلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

۴۷ ☆ ۱۳۶

قفس میں سانس لینا ہی تو آزادی نہیں ہے
یہ شادی خانہ بربادی ہے ، آبادی نہیں ہے

۴۸ ☆ ۱۳۹

دل سے سنو ، دل سے کہو ، کچھ تو کہو
میرے ہو بس ، میرے رہو ، کچھ تو کہو

۴۹ ☆ ۱۴۲

خلعت عشق سے تشریف بڑھائے جائیں
حسن دستار کی تعریف بڑھائے جائیں

۵۰ ☆ ۱۴۴

خزاں نژاد کو فصلِ خریف مت کرنا
کسی رذیل کو اتنا شریف مت کرنا

۵۱ ☆ ۱۴۶

سیلاب ہے دھرتی پہ قیامت کی گھڑی ہے
دل ڈوب رہا ہے ، کہیں ساون کی جھڑی ہے

۵۲ ☆ ۱۴۸

فریب چشم غزال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے
یہ حسن کیا ہے ؟ جمال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

۵۳ ☆ ۱۵۱

خواہش کا جہاں وقت سے پیوستہ رہا ہے
ہر خواب ترے نام سے وابستہ رہا ہے

۵۴ ☆ ۱۵۴

اندرونی ہے یا برونی ہے
عشق سب سے بڑا جنونی ہے

۵۵ ☆ ۱۵۶

چلی ہیں سرد ہوائیں ، خزاں کی آمد ہے
بدل رہی ہیں فضائیں ، خزاں کی آمد ہے

۵۶ ☆ ۱۵۸

دلوں کی بانجھ مٹی میں شجر کاری نہیں ہوتی
طلوعِ اشک سے پہلے سخن کاری نہیں ہوتی

۵۷ ☆ ۱۶۱

پیار کرتی ہوئی آنکھوں کا اثر دیکھ لیا
دل سے دل تک ہے محبت کا سفر ، دیکھ لیا

۵۸ ☆ ۱۶۵

خیال و خواب میں ڈھلتے دسمبر کی کسک ہے کیا؟
سنہرے زرد لمحوں کی چمک ہے کیا ؟ دمک ہے کیا؟

۵۹ ☆ ۱۶۸

ترے عنوان سے لکھا محبت کا سبق ہے کیا؟
کتاب دل میں کونے سے مڑا پہلا ورق ہے کیا ؟

۶۰ ☆ ۱۷۰

شیشے میں اک خواب سجایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟
اپنے ہاتھوں دل زخمایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

پیش رس

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے صدائے حرف سے میری دھڑکنوں کو مہمیز کیا اور صراط فکر کی مسافت عطا کی ۔ ''موج کرم'' سے ''پانچواں موسم'' وجدان کرتے ہوئے پیش منظر کھلا کہ'' آئینہ سچ بولتا ہے''۔ ''موج غزل'' نے ''محبت کی زباں'' عطا کی تو ''دھوپ کی دیوار'' پر ''چراغ فکر'' سے ''جہان خواب'' روشن ہوا۔ ''چشم تماشا'' ۔۔۔۔ ''سراب سے آگے'' بڑھی تو ''تیسرے کنارے پر'' ۔۔۔ '' آدھا سفر'' مکمل ہوا۔ ''نمود سحر'' سے'' آخری چراغ '' جلا تو ''چراغ حرف'' ۔۔۔ ''غزل پوش'' ہوا۔ موج کرم سے غزل پوش ہونے تک شعری سفر میری زندگی کا داخلی و خارجی تجربہ ہے۔ دوشیزہ ء خیال کی غزل پوش محبت شعری سفر کی سولھویں بہار ہے۔ یہ دمیدہ محبت آخری ''دم'' تک ''سبیل کرم'' اور'' طیبہء جاں'' سے فیض یاب رہے گی۔ ''خواب سراب'' سے ورا ''روشنی کے پھول'' محبت کے سات رنگ دکھائیں گے تو شگفتہ خیال ''سیلفیاں'' لے گا اور خود شناسی سے نہال کر دے گا۔ تخلیقی سفر میں ہر قدم روشنی استقبال کرتی نظر آئے گی ۔ مجھے یقین ہے کہ خدا، رسول اور انسان سے محبت اور زندگی سے کشیدہ رنگ میری من پسند تصویر مکمل کر دیں گے۔ میرا کامل ایمان اور حسن نیت ہی مشعل راہ ہے۔ اللہ مجھے ہمیشہ سرخ رو فرمائے۔ آمین

میں اپنے من میں سرشار رہتا ہوں کیونکہ ماں کی دعا میسر ہے تو ڈر کیسا؟ خدا کی رضا کے لیے نعت توشہ ء آخرت ہے تو ڈر کیسا؟ محبوب سے سچی محبت ہے تو ڈر کیسا؟ زندگی اپنے رنگ منعکس کرتی ہے تو تیرگی کیسی؟ احساس پہ ابھرتا ہر نقش رمز پائے گا۔ محبت استعارہ ہوگی۔ کنائے سے فطرت کے راز کھلیں گے تو شاعری ہوگی ۔ تشبیہ اپنا رنگ دکھائے گی تو حقیقت اور مجاز مربوط ہوں گے۔ صریر قلب سے محبت کی صدا آتی رہی تو سخن کے دیے جلتے رہیں گے اور روح کو سرشار رکھیں گے۔

حرف احساس کے سینے پہ ضیا بار سجیں گے ہمدم
کون کہتا ہے چراغوں نے غزل پوش نہیں رہنا ہے

غزل پوش　　　　　　　　　　　　　　　　　ہاشم علی خان ہمدم

زیرِ نظر شعری مجموعہ "غزل پوش" میرا سولھواں شعری مجموعہ ہے جس کی برقی اشاعت کا اہتمام موج غزل کے منتظمین نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بینا نے کیا ہے جو مکتبہء ارمغان ابتسام کے زیرِ اہتمام میری کتب شائع کر رہے ہیں۔ میں ان کی بے لوث محبت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ ان کا گلشن سرسبز و شاداب رکھے اور قدم قدم خوش تاب اور خوش مراد رکھے۔ آمین

میں اپنے تمام چاہنے والوں کی محبت کا مقروض ہوں جن کی دعائیں اور خلوص میرا اثاثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ادبی سفر میں کامیاب اور بامراد فرمائے۔ آمین

ہاشم علی خان ہمدم

۱۲ مئی ۲۰۲۴ء

☆

صبر لازم ہے مگر جبر پہ خاموش نہیں رہنا ہے
ہم نے تاریخ کے اوراق میں روپوش نہیں رہنا ہے

کام دنیا میں جو کرنے تھے محبت سے کیے جاتے ہیں
ہم نے دنیا سے گزر کر بھی فراموش نہیں رہنا ہے

داغ دھل جائیں گے بارش سے ،خزاں بعد بہار آئے گی
دیکھ لینا کسی دامن پہ کوئی دوش نہیں رہنا ہے

بے خودی عشق میں طاری ہوئی جاتی ہے ،سنبھلنا کیسا ؟
دل کی بے تیغ لڑائی میں خرد پوش نہیں رہنا ہے

ہم تو ساحل سے بچھڑتی ہوئی ناؤ کے مسافر ٹھہرے
ہم نے آنکھوں کے سمندر میں بھی مدہوش نہیں رہنا ہے

پھول تو زخم ہیں کانٹوں سے ہرے ہوں گے مہک اٹھیں گے
ہم درختوں نے بہاروں میں بھی گل پوش نہیں رہنا ہے

تیری آنکھوں سے جو مل جائے تو پی لیں گے ، ہمارا کیا ہے ؟
چھوڑ ساقی ! ترے پیانے سے مے نوش نہیں رہنا ہے

دیکھ ظالم ! یہ ترا حق ہے نہ حد ہے نہ علاقہ ، رک جا !
تو نے دنیا میں ہمیشہ تو ستم کوش نہیں رہنا ہے

تیری یہ ساری تگ و تاز نمایاں ہے ہمارے دم سے
ہم نہ ہوں گے تو ترا زور ، ترا جوش نہیں رہنا ہے

کوئی کردار ترے سامنے آئے گا ، اجالا ہو گا
تیرا کردار کہانی میں سیہ پوش نہیں رہنا ہے

تجھ پہ کھل جائے گی تعبیر کی صورت میں حقیقت اپنی
زندگی ! تو نے کسی خواب کی آغوش نہیں رہنا ہے

اپنی جنت کو محبت سے یہاں سر پہ سجانا ہو گا
بنتِ حوا نے کسی مرد کی پاپوش نہیں رہنا ہے

حرف احساس کے سینے پہ ضیا بار سجیں گے ہمدم
کون کہتا ہے چراغوں نے غزل پوش نہیں رہنا ہے

☆

جب تک دل و نظر کو سمندر نہیں کیا
میں نے بھی تیرے شہر کا پانی نہیں پیا

تیرے خیال و خواب میں پائی ہے زندگی
تیرے بغیر ہجر میں دو پل نہیں جیا

رکھا ہے اپنا خواب گماں سے یقین تک
امکان کی حدوں سے گزرنے نہیں دیا

جب تک کسی کا ہاتھ دکھائے نہ روشنی
موجِ ہوائے شہر سے جلتا نہیں دیا

تو بھی کسی کے پیار میں جینا دوام کر
یوں بار بار زندگی ملتی نہیں پیا

ہم وصل ! تو کہ ساعتِ دیدہ وری میں تھا
دیکھا تجھے تو پیار سے جانے نہیں دیا

تو نے بھی اہلِ عشق کا رکھا نہیں بھرم
میں نے بھی اپنا چاک گریباں نہیں سیا

جب چل پڑے تو پیاس بڑھائی جنون تک
ایسا نہیں کہ راہ کو صحرا نہیں کیا

تو نے انا کے وار سے مارا نہیں مجھے
میں نے بھی اپنے سر ترا احساں نہیں لیا

دل دے چکے تو جان بھی داؤ پہ لگ گئی
کرنا پڑا تو پیار میں کیا کیا نہیں کیا

ہمدم ہمارے شہر کے اپنے اصول تھے
تھاما کسی کا ہاتھ تو جانے نہیں دیا

☆

اٹھائے پھرتے ہوئے زندگی گرفتہ دل
اداس کیوں نہ کریں شاعری گرفتہ دل

شبِ فراق ستاروں کے ساتھ جاگے ہوئے
چراغِ اشک سے لیں روشنی ، گرفتہ دل

قبائے خاکِ دریدہ رفو نہیں ہو گی
رہیں گے چاک گریباں یونہی ، گرفتہ دل

یہ میرے دوست ، مرے غم گسار دریا ہیں
کریں گے دور مری تشنگی ، گرفتہ دل

دیارِ جبر میں روتے رہے در و دیوار
ہمارے گھر کی فضا بھی رہی گرفتہ دل

کسی کے غم کا مداوا نہیں کیا گیا کیوں؟
یہاں رلائے گئے ہیں کئی گرفتہ دل

تمام شہر کا موسم بدل کے رکھ دیں گے
اگر ملول رہیں گے سبھی گرفتہ دل

کسی کی آنکھ سے پانی چھلک پڑا تو پھر
چھپا کے رکھتے کہاں ان کہی ، گرفتہ دل

قدم قدم پہ مجھے بڑھ کے تھام لیتے ہیں
سنبھالتے ہیں مری بے کلی ، گرفتہ دل

یہی گرفت محبت نہال رکھتی ہے
کھڑے ہیں ساتھ مرے ہر گلی ، گرفتہ دل

یہ حرفِ ضبط ہے اندازِ رمز و نقشِ سخن
بچا بچا کے رکھیں گفتنی ، گرفتہ دل

لہو کی دھار نیا زاویہ بنائے گی
لکیر کھینچ رہے ہیں ابھی گرفتہ دل

یہ سانحہ اسی خاطر بپا ہوا ہے یہاں
فگار جسم رہے ہر کوئی گرفتہ دل

ہمارے عہد کو کس نے اداس رکھا ہے
ہمیں تو جو بھی ملا ، ہے وہی گرفتہ دل

اسی ردیف سے ملتا ہے قافیہ دل کا
ملا رہیں گے یہ حرفِ روی ، گرفتہ دل

اداس رت کی اسیری میں شعر ہوتا ہے
مرا شعور ، مری آگہی ، گرفتہ دل

خیال و خواب کا منظر کھلا نہیں ہمدم
نمودِ چشمِ تماشا رہی گرفتہ دل

☆

آنکھوں میں خواب ، خواب میں جگنو نہیں رہے
چھٹنے لگا سراب کہ آنسو نہیں رہے

کس طرح میرے گاؤں کا نقشہ بدل گیا
پنگھٹ ، گھڑے ، پنواریاں ، گھبرو نہیں رہے

خوش بو خصال شخص نے موسم بدل دیا
زلفوں کے جال ، آنکھ کے جادو نہیں رہے

کروٹ بدل رہی ہے مری زندگی مگر
تنہا دلی سنبھالتے ، پہلو نہیں رہے

بے کار جنگلوں میں بھٹکنا پڑا مجھے
دشتِ خیال و خواب میں آہو نہیں رہے

ٹوٹے ہوئے دلوں کا یہ پہلا وصال تھا
یوں مل گئے بہم کہ من و تو نہیں رہے

دلی کی داستان سنائیں ، سنیں مگر
ہم لوگ بھی تو صاحبِ اردو نہیں رہے

نروان بولتا ہے پرندوں کے شور میں
وہ دھیان گیان کیا ہوا ؟ سادھو نہیں رہے

ریوالور کی نال کمر پر ہے ، دیکھیے
کہتا ہے کون ؟ شہر میں ڈاکو نہیں رہے

وہ کون تھے ؟ جو خون کے دریا میں بہہ گئے
انسان تھے جو مسلم و ہندو نہیں رہے

دیوار میں چنی ، کبھی دریا سپرد کی
جس نرتکی کے پاؤں میں گھنگھرو نہیں رہے

اتنی عمیق ساعتِ تخلیق تھی کہ بس
کٹ کر عقیق ہو گئے ، آنسو نہیں رہے

ذوقِ نمو نہ بود سے خوگر ہوئے کبھی
بے رنگ لوگ پھول کی خوشبو نہیں رہے

عباسؑ دیکھ ! آج بھی تنہا حسینؑ ہے
عباسؑ دیکھ ! آج بھی بازو نہیں رہے

احساس کی زمین میں کیسے رفو کروں
ہمدم خیالِ یار کے گیسو نہیں رہے

بس دل سے جانتے ہیں محبت کی رمز کو
ہمدم ہمارے پاس ترازو نہیں رہے

☆

روبرو صرف تو ، کو بہ کو صرف تو
آرزو صرف تو ، جستجو صرف تو

روشنی ، آگہی ، شاعری ، زندگی
ہر طرف تو ہی تو ، چار سو صرف تو

مے کدہ ، گل کدہ ، خوش کدہ ، غم کدہ
ہم سفر ، ہم سخن ، ہم سبو ، صرف تو

حرف تو ، لفظ تو ، مصرع تو ، شعر تو
گیت ، نغمہ ، غزل ، نظم تو ، صرف تو

غور تو ، فکر تو ، بات ، اظہار تو
تذکرہ ، تبصرہ ، گفتگو ، صرف تو

تہ بہ تہ ، لے بہ لے ، جا بہ جا ، پے بہ پے
ہو بہ ہو ، جو بہ جو ، سو بہ سو ، صرف تو

دل ربا ، دل نشیں ، دل کشا ، دل گزیں
دل کی دھڑکن توئی ، دل میں تو ، صرف تو

دل کا ارمان تو ، دین و ایمان تو
قلب تو ، جان تو ، آبرو صرف تو

خوب سے خوب تر ، خوب تر سے تریں
خوب صورت ، حسیں ، خوب رو ، صرف تو

بود تو ، رود تو ، جود تو ، سود تو
باعثِ سبزہ ء جاں نمو ، صرف تو

رمز تو ، نقش تو ، عکس تو ، رنگ تو
خط ، شعاع ، زاویہ ، مو بہ مو ، صرف تو

آئینہ آئینہ ، دائرہ دائرہ
صرف تو رو برو ، رو برو صرف تو

میں جو ہم دم ہوا ، تیرے دم سے ہوا
جانِ ہمدم ہے تو ، صرف تو ، صرف تو

☆

رمز کی گرہیں کھلیں ، تازہ لکیریں خاک پر کھنچنے لگیں
صورتیں ترتیبِ نو سے کوزہ گر کے چاک پر کھنچنے لگیں

خوب صورت پھول اظہارِ محبت کی علامت بن گئے
چاہتیں حد سے بڑھیں تو سینہ ء بے باک پر کھنچنے لگی

شہرِ گم گشتہ کوئی دیوار پر ظاہر ہوا ، دھندلا گیا
چند تصویریں پرانی یاد آئیں ، دیدہ ءنمناک پر کھنچنے لگیں

عشق میں ہر تار نے عہدِ وفا روشن کیا کردار سے
تہمتیں جتنی لگیں سب دامنِ صد چاک پر کھنچنے لگیں

بے رفو ہونے لگا دامن خیالِ یار سے لپٹے ہوئے
سوچ میں پڑتی ہوئی سب الجھنیں ، پوشاک پر کھنچنے لگیں

ہم نے سینہ تان کر ، للکار کر ، نقش قدم روشن کیے
ہم چراغوں سے الجھتی سب ہوائیں ، خاک پر کھنچنے لگیں

جو تناور تھے شجر ، لہرا کے سیدھے ہو گئے طوفان میں
آندھیاں چلنے لگیں تو ، مشکلیں خاشاک پر کھنچنے لگیں

خود بخود اخلاص کھنچتا ہی گیا ، اپنی محبت کی طرف
خاک سے اٹھیں دعائیں ، پردہ ء افلاک پر کھنچنے لگیں

دل کے ارماں آنسوؤں میں ، تھم گئے ، پتھرا گئے ، صیقل ہوئے
حسرتیں اظہار پانے ، چہرہ ء غمناک پر کھنچنے لگیں

باعثِ تخلیقِ ہست و بود کا چرچا ہوا افلاک پر
مدحتیں کتنی فروزاں آیتِ لولاک پر کھنچنے لگیں

پیش منظر دیکھتا ، پہچانتا ، ہمدم ، سخن کرتا گیا
شعر کے در کھولتی پرتیں ، مرے ادراک پر کھنچنے لگیں

☆

کٹے نہیں ہیں یہ پر بے سبب پرندوں کے
خموش کر دیے جائیں گے لب پرندوں کے

ہمارے عہد کے صیاد نے یہ سوچا ہے
درخت کاٹ دیے جائیں سب پرندوں کے

قفس میں شل کیے جائیں گے مضمحل اعصاب
کہ پر نکلنے لگے ہیں عجب پرندوں کے

کسی عقاب سے کرگس کو کوئی نسبت نہیں
کوئی بدل نہیں سکتا نسب پرندوں کے

کواڑ کھول کے سنتے ہوئے صدائے سحر
سفیر ہیں یہ اسیرانِ شب پرندوں کے

خوشی کا گیت محبت سے سننا پڑتا ہے
پیام ہوتے نہیں بے طرب پرندوں کے

قفس اٹھا کے بھی پرواز کرنا پڑتی ہے
کسی کو یوں نہیں ملتے لقب پرندوں کے

یہ سبز رنگ گلستان ہی نہیں ان کا
ہے طورِ عشق ، ہیں دشتِ عرب پرندوں کے

یہ چہچہے ، یہ ترنم ، یہ بے کراں پرواز
شعور و فکر ہیں شغل و شغب پرندوں کے

ہوا میں اڑنے لگا ہے غرور ، کیا اس نے ؟
زمیں پہ دیکھے نہیں ہیں غضب پرندوں کے

عطا ہوئی ہے عجب سوچنے کی آزادی
اسیر ہو گئے اہلِ ادب پرندوں کے

جنونِ طاقتِ پرواز کو بڑھاؤں گا
میں بال و پر نہیں دیکھوں گا اب پرندوں کے

یہ باغ بان خزاں ساز گار کر رہے تھے
اجڑ رہے تھے چمن زار جب پرندوں کے

ہیں چند حرف مری سوچ کا سفر ہمدم
سخن کروں گا سلیقے سے ڈھب پرندوں کے

☆

دیوار و در پہ کھلتے ہوئے پھول دیکھ کر
حیرت ہے آئینے پہ پڑی دھول دیکھ کر

آنکھوں میں ضبط ، خواب پہ کس کو یقین ہے ؟
ہر نقش ، ہر خیال کو مجہول دیکھ کر

اس شہر کی سرشت میں شہرت کی بھوک ہے
جلتے ہیں یار ، یار کو مقبول دیکھ کر

ہم سے گدائے دشتِ محبت کا دکھ سمجھ
مسند سے اپنے آپ کو معزول دیکھ کر

تاوان لے رہا ہے محبت کے قرض کا
خوش ہے کوئی حیات پہ محصول دیکھ کر

ورنہ تعلقات میں کیا کیا گلے نہ تھے
میں بھولنے لگا ہوں تری بھول دیکھ کر

اپنے لیے بھی وقت نکالوں گا میں کبھی
فارغ نہیں ہوں زندگی مشغول دیکھ کر

صبحِ جمالِ یار کا اپنا ہی وقت ہے
دل نے گھڑی ملائی ہے معمول دیکھ کر

بے دست و پا لڑے گا محبت کی جنگ میں
قاتل مرے گا جراتِ مقتول دیکھ کر

یہ سامراج خون سے دولت کمائے گا
نیلی رگوں میں سرخیِ محلول دیکھ کر

صحرا میں کوئی پھول کھلا مدتوں کے بعد
جی خوش ہوا ہے گاؤں کا اسکول دیکھ کر

مفعول فاعلات مفاعیل عشق ہے
فاعل سخن کرے گا یہ مفعول دیکھ کر

ہمدم سخن کا لطف اٹھاؤں گا بار بار
حسنِ خیالِ یار کو منقول دیکھ کر

☆

زندگی تماشا ہے ، آئنے سے ظاہر ہے
جو ہمارے اندر ہے ، وہ جہاں سے باہر ہے

گنبد رسائی میں بال و پر نہیں رکھتا
بے کراں زمانوں سے بے قرار طائر ہے

ہر کسی کی آنکھوں میں جھانکنا نہیں بنتا
مجھ کو دیکھنے والا ، ایک ہی تو ساحر ہے

کیمیائے ہستی ہے ، عکس کی لطافت میں
روشنی کے رنگوں میں جوہرِ عناصر ہے

شہر اور گاؤں میں فرق رہ گیا ہے کیا ؟
زندگی کے رستے پر ہر کوئی مسافر ہے

ماپتے ہیں سانسوں سے ، راستہ حقیقت کا
اپنی اپنی گاڑی ہے ، اپنا اپنا ٹائر ہے

ہم تو چند مہرے ہیں ، مارتے ہیں ، مرتے ہیں
کھیل کھیلنے والا ، اور کوئی شاطر ہے

راس آتا ہے مجھ کو ، جان سے گزرنا بھی
دل تری محبت میں ہجر پر بھی شاکر ہے

گم شدہ جزیروں سے پھر بلا رہا ہے کوئی
خواب خواب چہروں کا سلسلہ وہی پھر ہے

جان و مال ، علم و فن ، سب خرید لیتا ہے
سام راج صدیوں سے آدمی کا تاجر ہے

وقت کی گواہی پر فیصلہ ہے جینے کا
عشق کی عدالت میں ، دل کا کیس دائر ہے

جبر کی فضا سے بھی ، ابر چھان لیتا ہے
دل کا کیا کریں ہمدم ، زندگی کا شاعر ہے

☆

میں نے کہا ، چراغ بجھاتے ہوئے چلیں
اس نے کہا ، کہ دل بھی جلاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ اب تو قیامت ہے زندگی
اس نے کہا ، کہ حشر اٹھاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ خود پہ بھروسا نہیں مجھے
اس نے کہا ، کہ عہد نبھاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ آنکھ ابھی تک نہیں کھلی
اس نے کہا ، سحر سے ملاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ آئنہ دیکھا نہیں کبھی
اس نے کہا ، کہ آنکھ چراتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ کیا کروں دنیا کے واسطے
اس نے کہا ، کہ نقش بناتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ کیا کروں اے ذوقِ آگہی
اس نے کہا ، کہ خواب دکھاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ دل تو محبت سے بھر گیا
اس نے کہا ، کہ جان لگاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ عشق میں کچھ یاد ہی نہیں
اس نے کہا ، کہ خود کو بھلاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، وصال کا موسم نہیں رہا
اس نے کہا ، کہ ہجر مناتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ ہجر میں جینا محال ہے
اس نے کہا ، کہ سنک چلاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ عشق میں کھویا ہوا ہوں میں
اس نے کہا ، کہ ہوش میں آتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، گلاب میں خوش بو نہیں رہی
اس نے کہا ، کہ رنگ جماتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ چاہیے لطفِ نسیمِ صبح
اس نے کہا ، کہ ہاتھ ملاتے ہوئے چلیں

میں نے کہا ، کہ آیئے ہمدم سخن سرا
اس نے کہا ، کہ شعر سناتے ہوئے چلیں

☆

مصروف زندگی پہ اجارہ نہیں رہا
دل ہو گیا کسی کا ، ہمارا نہیں رہا

تفریق ہو رہا تھا میں اپنے مقام سے
جب تجھ کو پا لیا تو خسارا نہیں رہا

وہ جس کو دیکھنے سے مجھے زندگی ملی
تقدیر میں وہ ایک ستارا نہیں رہا

منظر ترے بغیر کوئی بھی جچا نہیں
آنکھوں میں کوئی اور نظارہ نہیں رہا

تیرے بغیر کچھ بھی نہیں ہے وجود میں
جیسے ہوا بغیر غبارا نہیں رہا

موہوم سی امید اسی روشنی سے ہے
یہ آخری چراغ شرارہ نہیں رہا

یک طرفہ راستے کا سفر کر رہے ہیں ہم
اب واپسی کا کوئی اشارہ نہیں رہا

اک عہد کو نبھاتے ہوئے عمر کٹ گئی
ملنے کا چانس پھر بھی دوبارہ نہیں رہا

شہرت ملی تو کھو گیا دنیا کی بھیڑ میں
لیکن وہ میری جان سے پیارا نہیں رہا

کیسے تصورات میں گزری ہے زندگی
تیرے بغیر میرا گزارا نہیں رہا

اک دوسرے سے ہاتھ ملانا بھی جرم ہے
اس جبر میں کسی کا سہارا نہیں رہا

تجھ کو غمِ فراق نے بے حال کر دیا
مجھ کو بھی تیرا ہجر گوارا نہیں رہا

گھل مل رہے ہیں خود کو سمندر کیے ہوئے
ہمدم ہمارے بیچ کنارا نہیں رہا

☆

دل دشتِ سحر تاب میں آوارہ ہوا ہے
یہ عشق مرے خواب کا گہوارہ ہوا ہے

مت چھیڑ ! مرے یار ! کہانی مرے دل کی
مت پوچھ ! مری جان ! یہ دل ہارا ہوا ہے

جو حرفِ ریاضت ہے فروزاں مرے دل میں
وہ سینہ ء ادراک میں سی پارہ ہوا ہے

صد شکر ! کسی کو تو گدائی کا ہنر ہے
کوئی تو مرے شہر میں بنجارہ ہوا ہے

دریا کی روانی ترے آنچل کا لہکنا
کہسار تری یاد کا چوبارہ ہوا ہے

تو نے کبھی محرومِ تمنا نہیں رکھا
ہر شام لبِ بام وہ نظارہ ہوا ہے

پتھرائی ہوئی آنکھ میں جو نقش نمو ہے
یہ سنگ کسی دور میں سیارہ ہوا ہے

یہ عشق کسی کام کا رہنے نہیں دیتا
ناکام ہوا جو بھی وہ ناکارہ ہوا ہے

وہ لمس چبھتا ہے مرے برف بدن میں
جلتا ہے جگر ، دل مرا انگارہ ہوا ہے

کس لے میں سجائے ہیں ترے نام کے موتی
کس موج میں لکھا ہوا شہ پارہ ہوا ہے

اب گنبدِ بے در سے کبوتر نہیں آتے
ہر شخص ترے شہر میں ہرکارہ ہوا ہے

یوں ہی تو سڑک پر نہیں اٹھتی کوئی آواز
یہ شور کسی جنگ کا نقارہ ہوا ہے

ورنہ میں محبت میں گنہ گار تھا ہمدم
جی تجھ پہ لٹایا ہے تو کفارہ ہوا ہے

☆

اپنا اپنا دیا ، سب کو معلوم ہے
کون ، کیسے جلا ، سب کو معلوم ہے

کوئی حد سے گزرتا تو کیسے بھلا
آخری دائرہ سب کو معلوم ہے

خواب نگری میں کیا کیا نہ دیکھا گیا
آئینہ آئینہ سب کو معلوم ہے

ہجر پڑتا نہیں ہے کبھی درمیاں
یاد کا راستہ سب کو معلوم ہے

کس کے آنے سے روشن زمانہ ہوا
کیا سے کیا ہو گیا سب کو معلوم ہے

کس کا دامن کھلا ؟ کون ظاہر ہوا ؟
چاک بندِ قبا ، سب کو معلوم ہے

وصل کیسے ہوا ؟ بے خبر ہیں سبھی
ہجر کا فیصلہ ، سب کو معلوم ہے

کس چمن سے رہی ہے تجھے دشمنی
اے مخالف ہوا ! سب کو معلوم ہے

عشق میں واپسی کا سفر کیا کریں؟
جیت کر ہارنا ، سب کو معلوم ہے

حرف کے چاک پر شعر صیقل کیا
جو بھی ہمدم لکھا سب کو معلوم ہے

☆

یہ جو ملگجی سی سویر ہے ، ابھی دیر ہے
مرے شہر میں جو "اندھیر" ہے ، ابھی دیر ہے

یہی گردشیں مجھے ہم سفر سے ملائیں گی
کہیں ہیر ہے ، کہیں پھیر ہے ، ابھی دیر ہے

دل مضطرب ! ذرا سانس لے مرے سامنے
کئی خواہشات کا ڈھیر ہے ، ابھی دیر ہے

ترے رنگ میں ، ترے ذائقے میں نہ آئے گا
یہ مرے پہاڑ کا بیر ہے ، ابھی دیر ہے

مری تشنگی تو سمندروں سے نہ بجھ سکی
نہ سمجھ کہ دل مرا سیر ہے ، ابھی دیر ہے

میں چراغِ شب ، کسی تیرگی میں جلا ہوا
مری صبح میں ابھی دیر ہے ، ابھی دیر ہے

ابھی خوف ہے نہ ہی ڈر مجھے رہِ عشق میں
مرا قافلہ ، کہ دلیر ہے ، ابھی دیر ہے

میں اسیر ہوں ، کسی خاص پل کا سفیر ہوں
مرے گرد وقت کا گھیر ہے ، ابھی دیر ہے

مرے دوستو ! ذرا سانس لو ! میں تھکا نہیں
یہ مرے نصیب کا پھیر ہے ، ابھی دیر ہے

مجھے پیش ہونے سے کام ہے ، میں دکھاؤں گا
مرا سر نگوں نہیں زیر ہے ، ابھی دیر ہے

یہ جو حرفِ ہمدمِ زندگی نہیں کھل سکا
ابھی دیر ہے ، ابھی دیر ہے ، ابھی دیر ہے

☆

مرا ہم درد ایسا تو نہیں ہے
وہ لہجہ سرد ایسا تو نہیں ہے

فسانہ جس طرح لکھا گیا ہے
یہ ظاہر مرد ایسا تو نہیں ہے

محبت حرفِ آمد کی طرح ہے
کروں آورد ایسا تو نہیں ہے

ترے معیار پہ پورا ہو کوئی
وفا میں فرد ایسا تو نہیں ہے

ہماری گفتنی ، ناگفتنی ہو
سخن بے پرد ایسا تو نہیں ہے

یہ آئینہ دکھا پائے نہ کچھ بھی
اسیرِ گرد ایسا تو نہیں ہے

وہ روٹھے بھی تو دل کی مانتا ہے
کوئی بے درد ایسا تو نہیں ہے

کھلے گا ایک پروائی سے ہمدم
یہ غنچہ زرد ایسا تو نہیں ہے

☆

چراغِ نورِ سحر جلاتے تو عید ہوتی
تمھیں شریک سفر بناتے تو عید ہوتی

بدل بھی سکتے تھے زندگی میں شریک موسم
اداس کمرے سے دور جاتے تو عید ہوتی

نظر سے دل تک ہزار رستے کھلے ہوئے تھے
کسی بہانے سے ملنے آتے تو عید ہوتی

ہم اپنے اپنے دکھوں کی بارش لیے ہوئے تھے
نشاطِ غم سے جو مسکراتے تو عید ہوتی

یہ نارسائی کا کرب دونوں میں مشترک تھا
یہ غم بھی مل جل کے ہم مناتے تو عید ہوتی

ہمیں تو اپنوں کی بے رخی قتل کر رہی تھی
نہ جی جلاتے ، نہ دل دکھاتے تو عید ہوتی

ہر ایک تلخی فگار سینے میں دفن کرتے
ہم اپنی جاں سے گزر نہ جاتے تو عید ہوتی

نہ کوئی میسج ، نہ کال کوئی ، نہ کارڈ بھیجا
جو فون پر حالِ دل سناتے تو عید ہوتی

طویل عرصے سے خود فراموش ہیں جو ہمدم
ہم آئینے سے نظر ملاتے تو عید ہوتی

☆

اک دوسرے کے پیار کی منزل ہمیں رہے
دھڑکن ، خیال ، سانس میں شامل ہمیں رہے

ہر سمت اپنا آپ دکھائی دیا ہمیں
آئینہ ء جہاں کے مقابل ہمیں رہے

احساس کی سڑک پہ سفر طے کیے ہوئے
مشکل پڑی تو رہبرِ محمل ہمیں رہے

کتنے چراغ آ گئے شب کی لپیٹ میں
پھر بھی ہوا کے سامنے ، اے دل ! ہمیں رہے

صدیوں کا پیار آنکھ جھپکتے گزر گیا
ایسا نہیں کہ وقت سے غافل ہمیں رہے

زخمی ہوئی انا تو مروت میں جان دی
مقتول ہو سکے نہ تو قاتل ہمیں رہے

اک ان کہی سی لہر ملاتی گئی ہمیں
گہرے سکوتِ عشق کے ساحل ہمیں رہے

نفرت کا کاروبار گرانی میں پڑ گیا
پھر یوں ہوا کہ پیار کے قابل ہمیں رہے

ہر کوئی اپنا کام دکھا کر چلا گیا
آخر میں رہ گئے ، سرِ محفل ہمیں رہے

بے وزن ہو سکا نہ محبت کا بانکپن
مفعول فاعلات مفاعل ہمیں رہے

ہمدم حسابِ عشق برابر نہیں ہوا
زیرو سے ضرب دے کے بھی حاصل ہمیں رہے

☆

سینے میں دل نہیں ہے کوئی سل پڑی ہوئی
کیسے ٹلے گی عشق میں مشکل پڑی ہوئی

دو عکس مل رہے ہیں محبت کے رنگ میں
پانی میں چاندنی سی ہے جھل مل پڑی ہوئی

تازہ غزل رکھی ہے محبت کے باب میں
دیکھیں یہ داستانِ غمِ دل پڑی ہوئی

کیوں خرچ ہو رہاہوں میں خود اپنے ہاتھ سے
کیا چیز ہے شعور میں قاتل پڑی ہوئی

گو ہم سفر نہیں ہے مگر راہ بر تو ہے
ہے خاکِ نقشِ پا سرِ محمل پڑی ہوئی

حالاتِ حاضرہ پہ نظر تو نہیں گئی
کھولیں حضور ! میز پہ فائل پڑی ہوئی

میں شعر کہہ رہا تھا کسی اور کے لیے
الجھی رہی تلاش میں محفل پڑی ہوئی

پہلے ارادہ باندھیے ذوقِ جنوں کے ساتھ
پھر دو قدم پہ دیکھیے منزل پڑی ہوئی

مارا گیا ہے کون چراغوں کے شہر میں
صبحِ وصال رہ گئی بسمل پڑی ہوئی

رقصِ جنوں کی لہر تو پرواز کر گئی
اک لاش رہ گئی سرِ ساحل پڑی ہوئی

اے چشمِ ناز ! ایک نظر کا سوال ہے
کب تک رہے گی پیار سے غافل پڑی ہوئی

اک دم ہمارے شہر کا موسم بدل گیا
تتلی ملی ہے پھول پہ گھائل پڑی ہوئی

گویا کسی کے دل میں سمائی ہوئی ہے وہ
خوابوں میں ہے جو حور شمائل پڑی ہوئی

ہمدم کی زندگی سے تعلق بحال رکھ
تجھ کو ہے کس دیار کی اے دل ! پڑی ہوئی

☆

آنگن میں دیوار اٹھائی ذہنوں کو تقسیم کیا
کس نے گھر میں آگ لگائی ، رشتوں کو تقسیم کیا

جھوٹی انا میں قید مسافر بھٹکے اپنی منزل سے
اگلے ، پچھلے ، نقش مٹائے ، قدموں کو تقسیم کیا

حرص و ہوس کے مارے ، حاسد ، ظالم اور ندیدے لوگ
ہائے ! کیسے خود غرضوں میں جذبوں کو تقسیم کیا

اچھے وقت کی اچھی یادیں رکھ دیں گھر کے کونے میں
روتے روتے وقت گزارا ، اشکوں کو تقسیم کیا

سچ پوچھو تو جرم ہمارا دنیا میں بس اتنا ہے
قریہ قریہ خوش بو بانٹی ، پھولوں کو تقسیم کیا

کچھ نے چین کی صبحیں لوٹیں ، کچھ نے ٹھنڈی شامیں بھی
سب نے ہی اوقات مطابق لمحوں کو تقسیم کیا

خود غرضی نے کرچی کرچی اپنا رنگ دکھایا ہے
آئینے کے ٹکڑے کر کے ، چہروں کو تقسیم کیا

میرے خلوص پہ بازی کھیلی سب نے اپنے حصے کی
ہر شاطر نے اپنے اپنے مہروں کو تقسیم کیا

میری جنت کا دروازہ مجھ پر کیسے بند ہوا ؟
کس نے دل کو جانے والے رستوں کو تقسیم کیا

چھت کو دیکھنے والی آنکھیں بنیادوں میں کیا جھانکیں
کس نے اپنی نیند گنوائی ، خوابوں کو تقسیم کیا

میرے دل کی دولت پر بھی ڈاکہ ڈالا اپنوں نے
پیار کی جمع پونجی لوٹی ، قدروں کو تقسیم کیا

پانی ، دھوپ ، ہوا اور بجلی اپنے اپنے نام ہوئی
دل کا برتن توڑ چکے تو چیزوں کو تقسیم کیا

سر پر بھاری بوجھ اٹھائے میں نے چلتے رہنا تھا
میں نے خود کو خرچ کیا اور سانسوں کو تقسیم کیا

شکوہ ہے تو خود غرضی کا ، دکھ ہے تو ناقدری کا
ورنہ کب حصے بانٹے ؟ کب پیسوں کو تقسیم کیا

بیٹی ماں کے ساتھ گئی اور بیٹا باپ کے ساتھ چلا
کیا مجبوری آن پڑی تھی ؟ بچوں کو تقسیم کیا

سب نے اپنے بل بوتے پر ، اپنا رزق کمانا تھا
اپنے اپنے کھیت سنبھالے ، فصلوں کو تقسیم کیا

ہر پنچھی نے آن سنبھالی اپنی اپنی شاخِ دل
شام گزر جانے سے پہلے پیڑوں کو تقسیم کیا

چاروں سمت سنہرا منظر اپنے پاس بلاتا ہے
دائیں ، بائیں ، آگے ، پیچھے ، آنکھوں کو تقسیم کیا

ایک ہی چوک پہ آ کر جانے کتنی سڑکیں ملتی ہیں
آبادی نے بڑھتے بڑھتے شہروں کو تقسیم کیا

مصرع کہتے کہتے غم سے آدھا مصرع بھول گیا
دل دو لخت ہوا جب میرا ، شعروں کو تقسیم کیا

وقت پڑا تو اندھے کنویں میں دھکا دے کر چلتے بنے
ہم نے جن کی خاطر ہمدم آنکھوں کو تقسیم کیا

☆

آنکھوں سے دل کا دشت لبا لب کیا گیا
سب کچھ بہ شرطِ مسلک و مذہب کیا گیا

مے خانہ ء جہاں میں شرابِ طہور سے
جام و سبو کا دور چلا ، سب کیا گیا

دریا سراب کر کے دکھایا گیا ہمیں
ہم تشنگاں کے واسطے کچھ کب کیا گیا ؟

اک چاند رکھ دیا ہے طلسمِ حیات میں
ایسا لگا کہ خواب کو نخشب کیا گیا

بچھو سرشت لوگ تھے جن کے وجود کو
ہم دوستوں کے شہر میں عقرب کیا گیا

تطہیرِ قلب و جاں پہ رضائے خدا رہی
دل کے معاملات کو مذہب کیا گیا

بارے فریب چشمِ تمنائے زندگی
جادو کیا گیا ، کبھی کرتب کیا گیا

تفسیر ہو رہی تھی سیاق و سباق میں
جو کچھ نہیں کہا مرا مطلب کیا گیا

محبوب کی رضا میں رکوع و سجود کو
فَانصَب کیا گیا کبھی فَارغَب کیا گیا

ہر دور میں علیؓ نے عدو کو شکست دی
ہر دور کے غرور کو مرحب کیا گیا

بکھرا ہوا تھا جوہرِ خاکی ادھر ادھر
حرفِ نظامِ کن سے مرتّب کیا گیا

سورج کی تیز دھوپ تو جل کر گزار دی
جب شام ڈھل چکی تو غمِ شب کیا گیا

ہر شخص کو نصیب کہاں سوز و سازِ دل
یہ دردِ اہلِ عشق کا منصب کیا گیا

ملتا ہے درس قیس کے پاؤں کی دھول سے
دشتِ جنوں کو عشق کا مکتب کیا گیا

میرِ نوائے شوقِ تماشائے نقشِ حرف
غالب سخن میں اور بھی اغلب کیا گیا

دنیا کسی فقیر کے در پر پڑی رہی
حجرے میں ایک سجدہ ء مشرب کیا گیا

جو کچھ دکھا رہے تھے کتابوں میں رفتگاں
ہمدم ہمارے ساتھ وہی اب کیا گیا

☆

چشمِ حیرت ! آگہی کا دائرہ آسان کر
پیشِ منظر ، آئنہ در آئنہ آسان کر

چھوڑ مشکل ، زندگی کا راستہ آسان کر
اے مرے دل ! روشنی کا سلسلہ آسان کر

مرکزی اور ثانوی کردار میں کچھ فرق ہو
کھول افسانہ ذرا سا ، واقعہ آسان کر

علّت و معلول کا چکر سمجھ آتا نہیں
عشق کی تفسیر کرتے حاشیہ آسان کر

بھول جانے کا ارادہ توڑ دے ، بس چھوڑ دے
یاد کرنے ، یاد آنے کی ادا آسان کر

کب تلک نظریں جھکائے گا کسی کے سامنے
آنکھ سورج سے ملا ، یہ مرحلہ آسان کر

لوگ تو مجبور ہیں ، جوتے بھی کھائیں گے مگر
اے امیرِ شہر ! اپنا ضابطہ آسان کر

چند گھڑیاں وقف کر اہلِ محبت کے لیے
وقت سے باہر نکل ، اوقاتیہ آسان کر

خط ، کبوتر ، فون ، میسج ، میل اور وٹس ایپ کیا؟
دھڑکنوں کے بیچ دل کا رابطہ آسان کر

چین پاتا ہے مرا دل ، جسم کو آرام ہے
یا الٰہی ! عشق میں یہ معجزہ آسان کر

میر کے غم کو سمجھ ، دکھڑا ظفر اقبال کا
درد کی تاریخ میں یہ تذکرہ آسان کر

نامکمل کام آنے والے کل پر چھوڑ دے
چشمِ آئندہ کے رستے ، تجربہ آسان کر

من شدم یا تن شدم کی رمز ہے یک جاں شدم
اپنے حجرے سے نکل کر تخلیہ آسان کر

کیمیائے زندگی ترتیب دینی ہے مجھے
اس قدر الجھا ہوا یہ فلسفہ آسان کر

گردشِ ایام سے کھنچ کر تری جانب رہوں
مرکزِ لاریب ! میرا زاویہ آسان کر

چار سو دیوار تھی لیکن سبھی در وا ہوئے
میں نے بس اتنا کہا تھا ، راستہ آسان کر

حبس بڑھتا جا رہا ہے ، سانس لینے دے مجھے
زندہ رہنے کے لیے یہ سلسلہ آسان کر

سادگی منظوم کر ہمدم روانی کے لیے
شعر کہہ موجِ غزل میں قافیہ آسان کر

حرف کی تہذیب ہے ہمدم یہی اردو زباں
لکھتے ، پڑھتے ، بولتے یہ ریختہ آسان کر

☆

جب بھی ہوتا ہے کسی سے پیار ، آنکھیں بولتی ہیں
دل لگی میں بر سرِ پیکار آنکھیں بولتی ہیں

خامشی اپنی زباں رکھتی ہے چاہت کے لیے بھی
ہے محبت کا یہی اظہار ، آنکھیں بولتی ہیں

کوئی پردہ درمیاں رہتا نہیں ہے پیار میں تو
دل کی دھڑکن دیکھتی ہے پار ، آنکھیں بولتی ہیں

کھوئے کھوئے سوچتی ہیں قرب کے لمحات سارے
جب بھی ہوتی ہیں کسی سے چار ، آنکھیں بولتی ہیں

کیا بتاؤں کتنی طاقت ہے ترے دیدار قابل
بول سکتا ہوں کہاں میں یار ، آنکھیں بولتی ہیں

مضطرب نظریں کسی منظر پہ رک سکتی نہیں ہیں
ہے یہی انکار میں اقرار ، آنکھیں بولتی ہیں

دھڑکنوں کے درمیاں کچھ فاصلہ رہتا نہیں ہے
توڑتی ہیں بیچ کی دیوار ، آنکھیں بولتی ہیں

چپکے چپکے یوں کسی کو دیکھنا پڑتا ہے کیوں
پیار کے ہیں کیا سبھی آثار ، آنکھیں بولتی ہیں

دیکھنا تجھ کو بڑھاتا ہے مری بے تابیوں کو
اک نظر دیکھوں تجھے ، سو بار آنکھیں بولتی ہیں

کون کافر ہے جو ان آنکھوں سے بچ کر جا سکے گا
دل پہ کرتی ہیں مسلسل وار ، آنکھیں بولتی ہیں

پیاس بجھتی ہے لبوں کی شربت دیدار سے کیا
دیکھ لیتے ہیں کئی مے خوار ، آنکھیں بولتی ہیں

کس قدر ہے بے نیازی دیکھتا ہوں ، سوچتا ہوں
کس تغافل میں تری ہشیار آنکھیں بولتی ہیں

یہ سخن آباد ہے ، خاموش گلیاں چیختی ہیں
ٹھہریے اس شہر میں دو چار آنکھیں بولتی ہیں

کہہ رہا تھا کوئی ابرو کے اشارے سے مجھے بھی
مے کدہ ہے ، اس جگہ سرکار ! آنکھیں بولتی ہیں

مسکراتی ، گنگناتی آنکھوں والے کہہ رہے ہیں
دیکھ کر ہمدم ترے اشعار ، آنکھیں بولتی ہیں

☆

بک رہے ہیں کاغذوں کے پھول میرے شہر میں
ہو گئی کیا باغباں سے بھول میرے شہر میں

وقت پر سوتے نہیں ، بے خواب رہتے ہیں سبھی
زندگی کا ہے یہی معمول میرے شہر میں

اس قدر مہماں نوازی کا بھرم رکھا گیا
جو بھی آیا ، ہو گیا مقبول میرے شہر میں

دشت سے بچھڑا ہوا کوئی یہاں آباد ہے
اڑ رہی ہے وحشتوں کی دھول میرے شہر میں

خواب کے جھولے پڑے ہیں ، نیند کا ماحول ہے
جھولتے ہیں لوگ ، تو بھی جھول میرے شہر میں

اب کہیں اسلاف کا خاکہ نظر آتا نہیں
عرض بدلا ہے کسی کا طول میرے شہر میں

دل کی سنتے ہیں سبھی اہلِ محبت ہیں میاں
چھیڑنا مت علت و معلول میرے شہر میں

چھوڑ آئے ہیں کہیں پہچان پچھلے گاؤں میں
آدمی ہیں آج کل مجہول میرے شہر میں

نہر کا نام و نشاں باقی نہیں رکھا گیا
اب تو بنتے جا رہے ہیں پول میرے شہر میں

آئینہ در آئینہ ہم شکل چہرے ہو گئے
کون سی تہذیب ہے منقول میرے شہر میں

لوگ سمجھے ہیں جسے آبِ بقائے زندگی
بک رہا ہے زہر کا محلول میرے شہر میں

آج بھی فاعل کوئی پکڑا نہیں جاتا یہاں
مارے جاتے ہیں سبھی مفعول میرے شہر میں

جبر کی زنجیر میں جو شخص رہ پاتا نہیں
کر دیا جاتا ہے وہ معزول میرے شہر میں

ایک بھی الزام قاتل پر نہ ثابت ہو سکا
خودکشی کرتے رہے مقتول میرے شہر میں

خون دینا پڑ گیا تازہ ہوا کے واسطے
سانس لینے پر لگا محصول میرے شہر میں

ٹمٹماتی رہ گئی ہے روشنی دیوار پر
یہ ستارے ہیں کہ زخمی پھول میرے شہر میں

خود سے ملنے کے لیے ہمدم ذرا فرصت نہیں
کون رکھتا ہے مجھے مشغول میرے شہر میں

☆

وقت پڑ جائے تو سورج پہ بھی چڑھ سکتا ہے
اپنے سائے سے بھلا کون بچھڑ سکتا ہے

مسئلہ عشق کا ہے ، عشق سے ڈرنا کیسا ؟
دل نہ مانے تو مرا کام بگڑ سکتا ہے

تم جو محسوس کرو دل سے محبت میری
بدگمانی کا شجر جڑ سے اکھڑ سکتا ہے

ضبط کی شال میں لپٹا ہوں ہوائے ہجراں
یہ لبادہ ترے چھونے سے ادھڑ سکتا ہے

اپنے احساس میں کھوئے ہوئے مٹ سکتا ہوں
برف دیدہ مرا وجدان سکڑ سکتا ہے

جس طرح ہم نے سرابوں کا بھرم رکھا ہے
اس طرح کون خرابات میں پڑ سکتا ہے

دو کناروں میں بٹا ، سوچ رہا ہے دریا
فاصلہ بیچ میں کچھ اور بھی بڑھ سکتا ہے

دل تو پاگل ہے ، اسے راہ پہ لائیں کیسے ؟
ضد پہ آ جائے تو منزل پہ بھی اڑ سکتا ہے

میرے حصے کی محبت بھی ملی ہے اس کو
میری خاطر وہ ہر اک درد سے لڑ سکتا ہے

راستہ زیست کا آسان کیے جاتے ہیں
اس پہاڑی پہ کوئی اور بھی چڑھ سکتا ہے

میں نے آنکھوں میں سجائی ہیں وہ صبحیں ہمدم
کوئی بینا ہی مرے خواب کو پڑھ سکتا ہے

☆

چلو کوئی گل نہیں ، کوئی بات نہیں
کوئی ہل چل نہیں ، کوئی بات نہیں

مرے سبز شجر پہ پرند پلے
ملا کوئی پھل نہیں ، کوئی بات نہیں

مرا عشق سوال بنا تھا مگر
ہوا کوئی حل نہیں ، کوئی بات نہیں

تری آگ بجھے گی محبت سے
دلا ! تو جل نہیں ، کوئی بات نہیں

ابھی الجھی ہوئی ہے قبائے جہاں
کھلا کس بل نہیں ، کوئی بات نہیں

دل و جان سے میں ترے نام ہوا
ترا مقتل نہیں ، کوئی بات نہیں

تری بارش ہے ، مری آنکھیں ہیں
یہاں بادل نہیں ، کوئی بات نہیں

مری وحشت کو ترا شہر تو ہے
مرا جنگل نہیں ، کوئی بات نہیں

تجھے دیکھ لیا ، مے خوار ہوا
کھلی بوتل نہیں ، کوئی بات نہیں

تری یاد کا موسم ہے مجھ پہ
ترا آنچل نہیں ، کوئی بات نہیں

کوئی بات نہیں ، ترا آج تو ہے
ترا کل ، کل نہیں ، کوئی بات نہیں

کبھی لوٹ کے آئے گا ہمدم
رکا اک پل نہیں ، کوئی بات نہیں

☆

مسلسل خواب میں رہنا ، ملاقاتوں سے پہلے تھا
محبت میں اکیلا پن حسیں گھاتوں سے پہلے تھا

بہاریں مسکراتی تھیں ، ثمر خوش حال رکھتے تھے
درختوں پر ہرا موسم ، خزاں پاتوں سے پہلے تھا

نئے آباد شہروں میں بھی ظلمت رقص کرتی ہے
یہاں وحشت بھرا جنگل تو دیہاتوں سے پہلے تھا

زمینِ دل سے باہر اب مرے پاؤں نہیں پڑتے
بنایا آسماں جو سائباں ، ساتوں سے پہلے تھا

جو آنسو پی لیے ہم نے وہی تو بندگی ٹھہرے
ہمارا تزکیہ سارا مناجاتوں سے پہلے تھا

محبت بانٹنے والے ہوئے نفرت کے سودا گر
قبیلے کا نسب ٹوٹی ہوئی ذاتوں سے پہلے تھا

فضا بدلی ، چمن بدلا ، ادائے کیمیا بدلی
مگر کیا چاک پر پگھلی ہوئی دھاتوں سے پہلے تھا

کسی گردھند میں لپٹی دھندلکی خواب نگری میں
چراغوں کا دھواں جلتی ہوئی راتوں سے پہلے تھا

نظر کے پھول ملتے ہی خریداری مکمل کی
کسی کا دیکھنا میلے کی سوغاتوں سے پہلے تھا

بلا کی تشنگی تھی اور بارش کی تمنا تھی
مگر وہ ضبط کا آنسو جو برساتوں سے پہلے تھا

مری دستار گرنے دی نہ میرے غم گساروں نے
مگر دستِ کرم سر پر ، سبھی ہاتھوں سے پہلے تھا

سنائی جا رہی تھی داستاں چوپال میں ہمدم
ہمارا تذکرہ بھولی ہوئی باتوں سے پہلے تھا

☆

گزر رہا ہے دسمبر تمھارے ہوتے ہوئے
اک اور سال ہوا سر تمھارے ہوتے ہوئے

کسی بھی اور سے ملنے کو جی نہیں کرتا
نہیں ہوں خود کو میسر تمھارے ہوتے ہوئے

نظر کے دام سے نکلوں تو اڑ نہیں سکتا
کٹے ہوئے ہیں مرے پر تمھارے ہوتے ہوئے

حسیں نظر سے بھی گہرا جہان ہے کوئی
خجل ہے موجِ سمندر تمھارے ہوتے ہوئے

لطیف رنگ گھلا ہے حسین لہجے میں
سماعتیں ہیں معطر تمھارے ہوتے ہوئے

پڑی ہے دھوپ چناروں پہ رنگ آیا ہے
قبائے جاں میں ہے صرصر تمھارے ہوتے ہوئے

میں آندھیوں سے بھی آنکھیں ملا کے چلتا ہوں
جھکا نہیں ہے مرا سر تمھارے ہوتے ہوئے

حسین یاد کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے ابھی
کھلا ہوا ہے مرا در تمھارے ہوتے ہوئے

سپردگی کا یہ عالم حسین ہے کتنا ؟
ہوا میں خواب کا پیکر تمھارے ہوتے ہوئے

تمھارے نام کی تختی لگائے بیٹھا ہوں
سجا ہوا ہے مرا گھر تمھارے ہوتے ہوئے

وہ جن کو ناز تھا اپنے چراغ ہونے پر
کہاں گئے مہ و اختر تمھارے ہوتے ہوئے

وہ نارسائی تھی ورنہ ، کہ مر گیا ہوتا
کھلا ہے خواب کا بستر تمھارے ہوتے ہوئے

تمھارے نام سے نسبت کا فیض پاتا ہوں
چٹان ہیں مرے کنکر تمھارے ہوتے ہوئے

تمھارے ساتھ چلا ہوں میں سر اٹھائے ہوئے
کہ اپنے آپ ہوں لشکر تمھارے ہوتے ہوئے

تمھارا ساتھ ملا ہے تو کوئی مشکل نہیں
حسیں ہیں راہ کے پتھر تمھارے ہوتے ہوئے

ہمارے پیار کا اپنا چراغ جلتا ہے
دل و نظر ہیں منور تمھارے ہوتے ہوئے

مٹی نہیں ہے مری تشنگی ابھی لیکن
ملا ہے پیار برابر تمھارے ہوتے ہوئے

دیارِ عشق میں خیمہ ہے دل کی دھرتی پر
بسا لیا ہے نیا گھر تمھارے ہوتے ہوئے

تمھاری آنکھ سے نکلے تو شعر میرے ہوئے
چلے ہیں میر کے نشتر تمھارے ہوتے ہوئے

خموش طرز تکلم ہے شاعری ہمدم
ہوئی ہیں آنکھیں سخن ور تمھارے ہوتے ہوئے

☆

نظر میں رنگ بھرے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے
چراغ پھول ہوئے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

نہ تم سے پہلے نہ کوئی تمھارے بعد ملا
تمھارے ہو کے رہے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

یہ انقلاب محبت کے نام سے آیا
ہمارے دن تو پھرے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

جواب دل سے ملا ہے حسین لہجے میں
سوال جتنے کیے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

خیال ، خواب ، محبت ، سکون ، درد دل
سبھی چراغ جلے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

خبر نہیں تھی ، حقیقت میں زندگی کیا ہے ؟
سو پہلی بار جیے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

جو دکھ ملیں گے ؛ ملیں گے تمھارے بعد مجھے
جو سکھ ملے ہیں ؛ ملے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

شبِ وصال کو تاثیر اب ملے نہ ملے
خیال و خواب سجے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

بہار بن کے مری زندگی میں آئے ہو
ہزاروں پھول کھلے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

میں آسماں سے زمیں پر اتر نہیں سکتا
مقام اتنے بڑھے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

شبِ گماں کی سحر ہے تمھارے ہونے سے
سراب کھلنے لگے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

وہی تو حرفِ محبت کی جان ہیں ہمدم
جو شعر دل سے کہے ہیں تمھارے ہوتے ہوئے

☆

خواب داری ہے آگہی کے سبب
اور ہے آگہی کسی کے سبب

خوب صورت ہے سادگی کے سبب
زندگی ہے تری ہنسی کے سبب

کچھ دیے روبرو پڑے ہوئے ہیں
یہ چراغاں ہے روشنی کے سبب

دل کا رستہ اسی کا رستہ ہے
گھر پہنچتا ہوں جس گلی کے سبب

باغ مہکا ہوا دکھائی دے
پھول ہوتی ہوئی کلی کے سبب

کیا نظارہ ہے ؟ کیا تماشا ہے ؟
تجھ کو دیکھا ہے بے خودی کے سبب

حرف گیتوں میں ڈھلنے لگتے ہیں
تیرے لہجے کی نغمگی کے سبب

چاندنی مستعار لی گئی ہے
چاند اجلا ہے جل پری کے سبب

میری معراج ایک سجدہ ء دل
سر جھکایا ہے بندگی کے سبب

جانِ ہمدم تری محبت میں
دل دھڑکتا ہے شاعری کے سبب

☆

جی چاہتا ہے آج تجھے دیکھتا رہوں
پھر دیکھنے کے بعد تجھے سوچتا رہوں

جی بھر کے دیکھتا رہوں آنکھوں کا آئینہ
پھر آئینے کی آنکھ سے میں جھانکتا رہوں

احساس کی سڑک پہ محبت سے ہم سفر
آنکھوں میں تیرے خواب لیے بھاگتا رہوں

البم ترے خیال کا دل میں سجا رکھوں
تصویر بار بار تری چومتا رہوں

خاموش گفتگو کا یہی سلسلہ رہے
دھڑکن سے دل کا حال یونہی پوچھتا رہوں

پرکار تیرے حسن کی رمزِ سخن رہے
کاغذ پہ نین و نقش ترے کھینچتا رہوں

تیری تلاش خود سے ملاتی رہے مجھے
ہمدم کے آس پاس تجھے ڈھونڈتا رہوں

☆

تاروں کی بارات سجی ہے ، میلہ ہے
خواب نگر میں پھر بھی چاند اکیلا ہے

خوش بو کے رستے پر کون بجھائی دے ؟
جگنو ہوتے پھولوں سنگ جھمیلا ہے

آنکھوں سے تھوڑا ہرجائی دکھتا ہوں
دل ہے چھیل چھبیلا ، من البیلا ہے

دو پل جیون کے تالاب میں ڈوبا ہوں
کس پاتال میں دل نے آن دھکیلا ہے

تیری میری عادت کتنی ملتی ہے
تو بھی آخر میری جان سے کھیلا ہے

خوش رنگی ہے یا مطلع ہے بارش کا
تیری آنکھوں کا موسم سجریلا ہے

خاموشی کے کرب سے ہنستی باتوں تک
میں نے تیری خاطر ہر دکھ جھیلا ہے

زلفوں کی لہروں سے ریشمی پاؤں تک
شعر ہوئی دھڑکن کا ناز نویلا ہے

بے مانگے ، بے مول ضرورت بکتی ہے
اب تو رشتوں کی اوقات بھی دھیلہ ہے

یادوں کا انبار بہائے جاتا ہے
دریا سے احساس میں کیسا ریلا ہے

ٹوٹے پھوٹے خواب سجائے چلتا ہوں
خواہش کے بازار میں دل کا ٹھیلا ہے

کرب سہے جاتی ہیں لیکن روتی نہیں
پتھریلی آنکھوں میں کیسا ڈیلا ہے

اندھی ، بہری ، گونگی ، دنیا بے فیضی
ویلے کی ہے بات ، نہ بات کا ویلہ ہے

مار کرے گا ، حرفِ آخر ہے ہمدم
چھوٹے سے کنکر کو آج غلیلا ہے

☆

رمز کھلتے ، نقش ہوتے ، خواب دیکھا دیر تک
جھیل میں ٹھہرا ہوا مہتاب دیکھا دیر تک

خوب رو ٹمیار سی دھرتی پسند آئی مجھے
پانچ دریاؤں کا دل پنجاب دیکھا دیر تک

ایک مچھلی تیرتی دیکھی تھی جس تالاب میں
بعد مدت کے وہی بے آب دیکھا دیر تک

میں اڑا بے بال و پر ، دل کا خلا بھرتے ہوئے
آسمانوں سے پرے سرخاب دیکھا دیر تک

وسعتِ حدِّ نظر امکان تک محدود تھی
گنبدِ بے در کھلا ، محراب دیکھا دیر تک

کون چلتا آ رہا تھا سانس کے دالان میں
دھڑکنیں سرسبز ، دل شاداب دیکھا دیر تک

ہونٹ رکھے پیار سے اک بولتی تصویر پر
پھر وفورِ جذب کا سیلاب دیکھا دیر تک

شام کی دہلیز پر ابھرا ، ستارا ہو گیا
ایک پل روشن ہوا سیماب دیکھا دیر تک

خاک سے پانی ملا ، نقشِ قدم روشن ہوئے
پاؤں سے لپٹا ہوا گرداب دیکھا دیر تک

ہر ادا خوش رنگ تھی ، خوش دید ، خوش آواز تھی
حسن ایسا تھا جسے نایاب دیکھا دیر تک

پیاس کے مارے مسافر مل رہے تھے دشت میں
ہجر کا ویراں کدہ سیراب دیکھا دیر تک

ریشمی ملبوس پر دستِ وفا کے پھول تھے
پیار سے کاڑھا ہوا کمخواب دیکھا دیر تک

دھڑکنوں پر ہاتھ رکھا ، جلترنگ بجنے لگی
انگلیوں کی آنکھ سے مضراب دیکھا دیر تک

دیر تک ہوتی رہی ہے خامشی سے گفتگو
آنکھوں آنکھوں میں دلِ بے تاب دیکھا دیر تک

آگہی کا کرب تھا یا وقت کا آزار تھا
خون میں بہتا ہوا تیزاب دیکھا دیر تک

وہ ستارہ وار آنکھیں شعر میں ڈھلتی رہیں
زندگی میں روشنی کا باب دیکھا دیر تک

ایسا یخ بستہ دسمبر ہجر میں گزرا نہ تھا
دھوپ نکلی تھی مگر برفاب دیکھا دیر تک

دل کی بے تابی رہی ہمدم تمنائے سحر
آرزوئے صبح میں بے خواب دیکھا دیر تک

☆

ذکر ہوتا ہے کسی کا غائبانہ دیر تک
یاد آتا ہے محبت کا زمانہ دیر تک

بے خودی کے رنگ میں ڈھلتی ہوئی آواز تھی
بولتی آنکھوں نے دیکھا والہانہ دیر تک

بیٹھنا کینٹین کے کونے میں سب کو چھوڑ کر
چائے پینا ، سوچنا ، پھر مسکرانا دیر تک

شعر میں ڈھلتی ہوئی آنکھوں نے دیکھا ہے مجھے
آج تو موسم رہے گا شاعرانہ دیر تک

مل رہے تھے وحشتوں میں آرزوؤں کے سراب
دھڑکنوں میں گفتگو تھی عاشقانہ دیر تک

اب ملاقاتیں رہیں گی پیار میں شام و سحر
خواب نگری میں رہے گا آنا جانا دیر تک

دل کی بستی سے ہماری زندگی آباد ہے
ہم نے پایا ہے یہیں سے آب و دانہ دیر تک

ڈار سے بچھڑے پرندے اک شجر پر آ ملے
باغ میں روشن رہا اک آشیانہ دیر تک

دیکھنے والی نظر کو دیکھنا بھی سحر تھا
دیکھتے ہی رہ گئے ہم ساحرانہ دیر تک

دیر تک ہمدم رہی ہے ہاتھ میں اک ڈائری
عشق میں لازم ہوا لکھنا لکھانا دیر تک

☆

محبتوں کے سمندر کو طے نہیں کرتا
جو اپنی آنکھ کے پانی کو مے نہیں کرتا

میں اپنے عشق کی دلی میں شاد رہتا ہوں
میں شہرِ دل کو بخارا و رے نہیں کرتا

خرد میں رہ کے جنوں آزمانے لگتا ہوں
یہ کارِ عشق مگر پے بہ پے نہیں کرتا

مرا وفور دکھاتی ہے بانسری دل کی
میں حرفِ سبز کو نالہ و نے نہیں کرتا

وہ زرد میں بھی ہرا رنگ ڈال دیتا ہے
خزاں نژاد کو بے آب و گے نہیں کرتا

جو جی رہے ہیں ، انہیں زندہ باد کہتا ہوں
میں خواہ مخواہ کسی کی بھی جے نہیں کرتا

کسی کے دل پہ مری بات کیا اثر کرتی
صدائے دل جو محبت کی لے نہیں کرتا

مرے لبوں پہ کبھی جھوٹ آ نہیں سکتا
حلال رزق میسر ہے ، قے نہیں کرتا

لفافہ دیکھ کے خط کا جواب دیتا ہوں
یہ کام کوئی بھی مکتوب الیہ نہیں کرتا

جسے عطا ہے مودت ، درود بھیجتا ہے
فقط زبان سے صلو علیہ نہیں کرتا

کسی کے دم سے میسر ہے یہ سخن ہمدم
میں جان دار کو بے جان شے نہیں کرتا

☆

شادیِ مرگ میں بسمل کی طرح رقص کرے
دل وہ خودکش ہے جو قاتل کی طرح رقص کرے

ہے کوئی عشق کے میلے میں نچانے والا
پاؤں دھڑکن پہ دھرے دل کی طرح رقص کرے

کوئی خواہش ہو محبت سے مچلنے والی
میرے سینے پہ رکھی سل کی طرح رقص کرے

سلسلہ سانس کی رفتار بڑھانے والا
گھر پہنچتے ہوئے محمل کی طرح رقص کرے

شعر کہتی ہوئی آنکھوں سے پکارے مجھ کو
اور پھر ساقیِ محفل کی طرح رقص کرے

یہ سہولت بھی مرے عشقِ جنوں خیز میں ہے
وقت پڑ جائے تو مشکل کی طرح رقص کرے

خلیے خلیے میں سما جائے وہ رقاصہ ء جاں
موجہ ء خون میں منحل کی طرح رقص کرے

پیار اتنا تو میسر ہو کہ ہم ساتھ رہیں
زندگی حور شمائل کی طرح رقص کرے

چاندنی رات کنارے پہ لیے ہاتھ میں ہاتھ
چاند بھی جھیل میں جھل مل کی طرح رقص کرے

جذبہ ء عشق پہ لازم ہے کہ پابند نہ ہو
پا بہ زنجیر سلاسل کی طرح رقص کرے

منتظر آنکھ مرے شہر کا رستہ دیکھے
پاس آتی ہوئی منزل کی طرح رقص کرے

اک ہمکتی ہوئی خواہش کہ ملنگ ہو جاؤں
جی مرا مرشدِ کامل کی طرح رقص کرے

روک لیتی ہے مجھے مشرقی تہذیب وگرنہ یہ دل
ریشمی پاؤں میں پائل کی طرح رقص کرے

شرٹ اتارے ہوئے لڑکے کی مچلتی خواہش
ہال میں جھوم اٹھے ، دل کی طرح رقص کرے

چل کرے ، شور کرے ، ہیٹ اچھالے اپنا
سر پہ اڑتی ہوئی فائل کی طرح رقص کرے

تیری آنکھوں میں سما جائے مرا دل ہمدم
اور آنسو کی جگہ تل کی طرح رقص کرے

☆

نا دیدہ خوابوں کی تلافی مشکل ہے
آنکھوں پر یہ بوجھ اضافی مشکل ہے

شام ڈھلے ، خاموش سمندر ، میں اور تو
اس منظر کی فوٹو گرافی مشکل ہے

جرم کیا ہوتا تو مان بھی لیتے ہم
نا کردہ لغزش کی معافی مشکل ہے

دل پر دردِ ہجر اضافی ٹھہرا ہے
میری یہ مشکل بھی کافی مشکل ہے

خود بینی کب کھلتی ہے آئینے پر
کھل جائے یہ آنکھ غلافی مشکل ہے

میں تو تیرے عہد وفا میں زندہ ہوں
مجھ سے ہو یہ وعدہ خلافی مشکل ہے

ہم سے لوگ کسی پر کم کم کھلتے ہیں
مت پڑھنا یہ بائیو گرافی مشکل ہے

تجھ سے دوری پر کتنا شرمندہ ہوں
سوری ! میرے یار ! تلافی مشکل ہے

کیسے ہو سکتا ہے تجھ بن شاد رہوں
اپنے آپ سے نا انصافی مشکل ہے

تجھ سے لفظ مرصّع ہوتے ہیں ورنہ
حرف روی میں حسنِ قوافی مشکل ہے

پھولوں جیسے ہاتھ ابھی پتھرائے ہیں
ان ہاتھوں سے ریشم بافی مشکل ہے

تو نے سنگِ حرف تراشا ہے ہمدم
کہتے ہیں کہ یہ صرّافی مشکل ہے

☆

نہیں ہے دل پہ مجھے دسترس ، خیال رہے
میں کھو چکا ہوں محبت میں بس ، خیال رہے

جواز چونکہ ، چنانچہ کا ، اب نہیں بنتا
نہ ہو گا بیچ میں کچھ پیش و پس ، خیال رہے

سراب چھٹنے لگے تو غبار چھانے لگا
درِ مراد سے پہلے ہی دس خیال رہے

یہ واہمہ بھی اٹل ہے ، سمجھ کنائے سے
چراغ لے کے رہے گی مگس ، خیال رہے

جنوں کی آگ سے پتھر پگھلنے لگتے ہیں
جوان دل کی ہے اپنی ہی چس ، خیال رہے

یہ جسم و جاں کا سفر ہے اسیر دنیا میں
اڑا رہا ہے پرندہ قفس ، خیال رہے

یہ جسم دیکھنے لائق ہے ، اس کو چھونا نہیں
طلسمی عکس نہ ہو جائے مس ، خیال رہے

ہم اپنے پیار کی خوش بو بکھیرتے رہیں گے
ہم ایسے پھول نہیں خار و خس ، خیال رہے

مرے لہو میں رواں تو ہے زندگی کی طرح
ترے ہی دم سے چلے دل کی نس ، خیال رہے

سخن گلاب ہوا ہے ، کلام خوش بو ہے
نمو پزیر ہے لہجے کا رس ، خیال رہے

ترے بغیر مری زندگی ادھوری ہے
سفر شریک ، مرے ہم نفس ، خیال رہے

مرے خمیر میں شامل نہیں ہے دو نمبری
بلڈ گروپ ہے مرا اے پلس ، خیال رہے

یہ جور و جبر کا موسم ، یہ حبس کا موسم
بڑھا رہا ہے دلوں میں اُمس ، خیال رہے

یہ راز ہے ، کہ محبت ہے زندگی ہمدم
بغیر عشق ہے جینا عبث ، خیال رہے

☆

چھڑی بہار کی سرگم ، ذرا خیال رہے
یہی ہے پیار کا موسم ، ذرا خیال رہے

مجھے تلاشتی آنکھوں سے دیکھنے والے
کھلا میں خود پہ بھی کم کم ذرا خیال رہے

یہ آئینے کا تماشا کوئی سراب نہیں
بہم رہیں گے یونہی ہم ، ذرا خیال رہے

ترے ہی دھیان میں شام و سحر گزرتے ہیں
میں ایک پل نہیں بے غم ، ذرا خیال رہے

سنہرا چاند سویرا ہے ، سرخ پھول ہے شام
یہی ہے حسنِ مجسم ، ذرا خیال رہے

یہ دھڑکنوں کا ترنم ہے زندگی کے لیے
یہ زمزمہ ہے دما دم ، ذرا خیال رہے

جمالِ یار کی چادر سنبھال کر رکھنا
یہی ہے عشق کا پرچم ، ذرا خیال رہے

بدل رہا ہے جدائی میں ضبط کا موسم
گھٹائیں برسیں گی چھم چھم ، ذرا خیال رہے

ہماری سانس کا رشتہ بدن سے روح تک ہے
یہ دو دلوں کا ہے سنگم ، ذرا خیال رہے

یہ خواب ناک سا ماحول یوں نہیں رہے گا
چھٹے گا نیند کا عالم ، ذرا خیال رہے

نمو پزیر ہے آنکھوں میں چاند پونم کا
گلوں پہ پڑتی ہے شبنم ، ذرا خیال رہے

ترے وجود سے قائم ہے زندگی ہمدم
مرا یہ دم ہے ترا دم ، ذرا خیال رہے

☆

محبت میں غزل داری کریں گے
سخن ور ہیں سخن کاری کریں گے

تری آنکھیں اجالے بانٹتی ہیں
ستارے کیا ضیا باری کریں گے

چلے ہیں دوستوں کے آسرے پر
نجانے کب وفاداری کریں گے

سرِ صحرا اگائیں گے نشیمن
پرندے بھی شجر کاری کریں گے

جو کانٹوں کی تجارت کر رہے ہیں
وہ پھولوں کی خریداری کریں گے

ہمارا عشق کامل ہو گیا تو
محبت کی سند جاری کریں گے

عقیدت کا سفر جاری رہے گا
مزاروں پر بھی گل کاری کریں گے

کریں گے قتل پہلے کربلا میں
یہ قاتل پھر عزاداری کریں گے

خسارے پر یہ سودا کر لیا ہے
ترے در پر دکاں داری کریں گے

دلوں کا راز کھلتا جا رہا ہے
چلو مل جل کے فن کاری کریں گے

طلسمی خواب جاگے گا ہمارا
نظر سے جب فسوں طاری کریں گے

ہمیں کچھ اور کیا کرنا ہے ہمدم
کیا ہے پیار اور پیاری کریں گے

☆

یوں سبیلِ حرف سے احساس جاری کر چلے
ہم غزل کہتے ہوئے بھی نظم کاری کر چلے

یہ روایت ہی سہی ، لیکن محبت ہو گئی
اک نظر دیکھا کیے ، آنکھیں شکاری کر چلے

چاہتوں کا سلسلہ قائم رہا دونوں طرف
ہم تمھاری اور تم خواہش ہماری کر چلے

رت بدل کر چل دیے ، گزرے خزاں کو چھوڑ کر
موجہ ء صر صر کو بھی ، بادِ بہاری کر چلے

راس کب آیا ہمیں؟ خود سے بھی ہجرت کا سفر
بے خودی میں بڑھتے بڑھتے ، بے قراری کر چلے

یہ ریاضت ہجر کی دشوار تھی ، دشوار ہے
رات بھر جاگے ہوئے ، اختر شماری کر چلے

مستقل جھکتے گئے ، اپنی نفی کرتے گئے
عشق میں حد سے بڑھے ، سجدہ گزاری کر چلے

سرخ پھولوں نے ہرا موسم سہانا کر دیا
ہم گلابی لوگ اپنا دل اناری کر چلے

وقت کے گھوڑے کو ایڑی مار کر آندھی مزاج
دشت کی جانب چلے ، رستہ غباری کر چلے

عشق کا سودا ہوا ، بازار میں بولی لگی
زندگی نیلام کی ، دنیا ادھاری کر چلے

گاؤں کی کچی سڑک سے شہر کا رستہ ملا
خواہشوں کی ریل گاڑی پر سواری کر چلے

ہر نئے کردار میں شامل کئی کردار تھے
داستاں در داستاں قصہ نگاری کر چلے

چاک دامن بھی گیا ناخن کلیجے میں پڑے
کرتے کرتے اس قدر سینہ فگاری کر چلے

جھلملاتی چاندنی میں عکس کوئی اور تھا
دائرہ در دائرہ آئینہ داری کر چلے

بیچ دریا بھی رکھا لیکن بہم ہوتے گئے
اس کنارے ، اس کنارے ، ہم کناری کر چلے

دل سے دل تک زندگی کو پیار کا محور کیا
کون کہتا ہے کہ اپنی جان پیاری کر چلے

مطمئن بیٹھے ہوئے تھے جبر کے دربار میں
پر سکوں چہرے عدو پر خوف طاری کر چلے

بے رفو کوئی نہیں ، اب راستے ہم وار ہیں
خار زاروں کو بھی ہم پھولوں کی کیاری کر چلے

میر کے دربار سے نسبت ملی ، شاعر ہوئے
برف لہجے میں سخن ہمدم چناری کر چلے

☆

ہر شخص کی قسمت میں یہ ہوتا ہے کم و بیش
دنیا میں جو ہنستا ہے ، وہ روتا ہے کم و بیش

یوں ہی تو شجر زاد کو ثمرہ نہیں ملتا
مٹی میں کوئی بیج تو بوتا ہے کم و بیش

کانٹوں پہ تو چلتا ہے وہ ہنستے ہوئے لیکن
پھولوں سے بھری سیج پہ سوتا ہے کم و بیش

تدبیر سے تقدیر کے چکر میں رہا ہوں
کولھو میں کسی بیل کو جوتا ہے کم و بیش

بارش سے نکھرتا ہے ترا ریشمی پیکر
یہ ابر مرے داغ بھی دھوتا ہے کم و بیش

اک پھول در ہجر پہ آنے نہیں دیتا
پاؤں میں کوئی خار چبھوتا ہے کم و بیش

رونا تو مقدر ہے مگر صبر سلامت !
کوئی تو مرے اشک سموتا ہے کم و بیش

افکار کے موتی وہ بکھرنے نہیں دیتا
اسرار کی مالا جو پروتا ہے کم و بیش

وہ دودھیا شانوں سے پھسلتا ہوا آنچل
احساسِ کشیدہ کو بلوتا ہے کم و بیش

دیکھا نہیں جاتا ہے وہ نمناک سا چہرہ
بھیگے ہوئے دامن سے بھگوتا ہے کم و بیش

تقدیر میں جو فرض شدہ بار گراں ہے
انسان اسی بوجھ کو ڈھوتا ہے کم و بیش

اے میرے تصور میں سمٹتے ہوئے ہمدم
وجدان کے دریا میں یہ غوطہ ہے کم و بیش

☆

خوش تاب سرابوں کا تماشا ہے کم و بیش
جو کچھ نظر آتا ہے ، وہ دھوکا ہے کم و بیش

ہر موج کنارے پہ ترا عکس لیے ہے
بے خواب نگاہوں کا جزیرہ ہے کم و بیش

اس پار اندھیرے سے نکلنے کی طلب ہے
اس پار محبت کا اجالا ہے کم و بیش

مہکے ہیں گلابوں سے خدوخال کسی کے
خوش بو سے مزین وہ سراپا ہے کم و بیش

یوں ہی مری پلکوں پہ چراغاں نہیں ہوتا
آنکھوں کا تبسم وہ ستارا ہے کم و بیش

سورج کے نکلنے میں ابھی دیر لگے گی
لگتا ہے دھندلکے میں سویرا ہے کم و بیش

ہر خواب کی تعبیر مجھے در پہ ملی ہے
خواہش کا سفر پھر بھی ادھورا ہے کم و بیش

کہتے ہیں محبت میں خسارا نہیں ہوتا
پر عشق دل و جان کا سودا ہے کم و بیش

بہتی چلی جاتی ہے مری چشمِ تمنا
یہ وقت مرے خواب کا دریا ہے کم و بیش

یہ گندمی رنگت ہی مجھے دل سے بھلی ہے
گورا ہے ترا رنگ نہ کالا ہے کم و بیش

وجدان میں احساس کی حیرت کا نگر ہے
یہ دشتِ تخیل بھی تو صحرا ہے کم و بیش

یہ حرف ، سخن ، شعر ، غزل یوں نہیں ہمدم
احساس پہ چھائی ہوئی دنیا ہے کم و بیش

☆

آئینہ پیشِ نظر ہے ، روشنی پیشِ نظر
دیکھ سکتا ہوں تجھے ، اے زندگی پیشِ نظر

پیش منظر ہے مرے ادراک سے نکلا ہوا
کھینچ لیتی ہے مجھے نادیدنی پیشِ نظر

ان سرابوں سے پرے گلشن مرا آباد ہے
دشت میں رکھی ہوئی ہے سبزگی پیشِ نظر

وہ ستارہ زاد آنکھیں رقص کرتے مل گئیں
جھلملاتی جھیل میں تھی چاندنی پیشِ نظر

اک چراغِ نور کو بس دیکھتا رہتا ہوں میں
طاق میں ہے ایک صبحِ آگہی پیش نظر

میرا ہر اک راستہ ہے دل کے رستے کی طرح
آج تک رکھی ہوئی ہے وہ گلی پیش نظر

سبز وادی سے چلی نیلے سمندر کی طرف
خوب صورت ہے محبت کی ندی پیشِ نظر

کھلکھلاتی ، مسکراتی زندگی کے رنگ میں
پھول کھلتے جا رہے ہیں ہر گھڑی پیشِ نظر

رکھ رکھاؤ ہے مرا تہذیب کے معیار پر
ہے ترے سنگھار میں بھی سادگی پیشِ نظر

زندگی کے ہر ورق پر خواب کی تصویر ہے
کھول کر رکھی ہوئی ہے ڈائری پیشِ نظر

کانچ پلکوں پر لیے احساس زخمی ہے مرا
ہاتھ میں بس رہ گئی شیشہ گری پیشِ نظر

آپ بیتی سن رہا ہوں دھڑکنوں کے دوش پر
خود بخود کھلتا ہوا خود آپ ہی پیشِ نظر

نظم کے اسلوب میں ہمدم غزل زادی ملی
حرف پیکر میں ڈھلی ہے شاعری پیشِ نظر

☆

عید کے چاند سے خورشید مبارک ٹھہرے
عید ہے ، باعثِ خوش دید مبارک ٹھہرے

دل ملاقات میں سرشار ہوا جاتا ہے
ساعتِ عید میں یہ دید مبارک ٹھہرے

چاند کا ذکر چلا ہے تو مبارک ہو گا
چاند کے ذکر سے تمہید مبارک ٹھہرے

چاند محبوب کی تصویر نظر آتا ہے
حسن کے نقش کی تقلید مبارک ٹھہرے

اک محبت کو نبھانے کی قسم کھائی ہے
عشق میں کلمہ ء توحید مبارک ٹھہرے

عید تو عید رہی ، خواب میسر ہو تو
روز ملنے کی یہ تاکید مبارک ٹھہرے

لوگ اب فون پہ احوال طلب کرتے ہیں
رسمِ دنیا میں یہ تجرید مبارک ٹھہرے

بعد مدت کے تری دید کا تہوار ملا
جذبہ ء دل کی یہ تجدید مبارک ٹھہرے

ایک ہی شخص کی خاطر ہے مبارک ہمدم
جس کے صدقے مری ہر عید مبارک ٹھہرے

☆

ایک سایہ بدن سے لپٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا
زندگی کا سفر یوں ہی کٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

آئینہ جب کھلا ، کوئی پردہ نہ تھا ، کوئی دھوکہ نہ تھا
ہر دھندلکا سر خواب چھٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

پیار کا ایک پل بھی عجب چیز ہے ، کیا غضب چیز ہے؟
پاس آتا رہا ، دور ہٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

ہجر میں اور بھی یاد آنے لگی ، پیار بڑھنے لگا
فاصلہ درمیاں اور گھٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

دھڑکنوں میں پنپتی رہی داستاں ، ہم سخن ، ہم زباں
دل محبت کے اوراق الٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

کربِ تخریب سے ، جذبِ تعمیر تک ، اک زمانہ لگا
خاک زادہ بکھرتا ، سمٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

برف کی آنکھ پتھر میں ڈھلتی گئی ، یوں بدلتی گئی
جاتے جاتے کوئی رخ پلٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

چند پل قربتیں ، چند پل دوریاں ، اپنی قسمت رہیں
ہجر اور وصل کے بیچ بٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

وحشتوں کے دروں ، کارزارِ جنوں مجھ پہ چھایا رہا
کوئی آسیب مجھ سے چمٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

ہجر کی آگ تھی ، جبر تھا ، کرب تھا
قلب خود کش دھماکے سے پھٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

تو نہ تھا تو مرے پاس کچھ بھی نہ تھا ، زندگی کے لیے
خواہشوں سے مرا جی اچٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

کیا ہوا ؟ کب ہوا ؟ پیار کیسے ہوا ؟ جانے کیا کیا ہوا؟
دل محبت سے ہمدم نبٹتا رہا ، وقت کٹتا رہا

☆

پیش منظر مسلسل بدلتا رہا ، وقت کٹتا رہا
خواب کا سلسلہ ساتھ چلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

مجھ کو پتھر نمائی میں صدیاں لگیں ، کتنی گھڑیاں لگیں
برف کی آگ سے میں پگھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

خواب کا در کھلا ، نیند آتی رہی ، آنکھ کھلتی رہی
رات بھر کوئی کروٹ بدلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

دھڑکنوں میں رہا زیر و بم (زندگی) ،ایک دم (زندگی)
میرے پہلو میں بھی دل اچھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

دو قدم تھے مرے (ایک اپنی طرف ،ایک تیری طرف)
میں گرا اور گر کر سنبھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

دھیرے دھیرے تکلف مٹا درمیاں، دل ہوئے ایک جاں
اک تعلق محبت میں ڈھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

بچپنے کی طرح ، خواہشوں نے مرا ساتھ چھوڑا نہیں
تتلیوں پر مرا دل مچلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

رنگ سے طے کیا روشنی کا سفر ، آگہی کا سفر
اک ستارہ سحر سے اجلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

ایک نورِ سحر ، مطلع جاں ہوا ، عرصہ ء جاں ہوا
تیری یادوں کا سورج نکلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

چھوڑ جانے کا منظر بیاں کیا کرے؟ دل فغاں کیا کرے؟
اشک ٹھہرا ، چھلکنے سے ٹلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

راکھ ہوتا ہوا دل سلگتا رہا ، میں تڑپتا رہا
شعلہ ء جاں مرا دم نگلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

تیری خوش بو سے موسم سہانا ہوا ، عاشقانہ ہوا
بودگی میں نیا پھول پھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

روشنی کی تمنا ، سرِ خواب تھی ، کتنی خوش تاب تھی ؟
اک دیا میری آنکھوں میں جلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

اک سمندر کی آغوش پاتی ہوئی لہر کے شوق میں
موج در موج دریا اچھلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

خود بخود لے چلیں منزلوں کی طرف ، بے کراں ٹھوکریں
سنگ مرمر پہ پاؤں پھسلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

کوئی آتش فشاں وادی جاں سے باہر نکلنے کو تھا
جذبہ ء عشق دل میں ابلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

خواب کا شہر آنکھوں میں بستا رہا ، مسکراتا ہوا
زندگی بھر کوئی سنگ چلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

حرفِ اظہار سے ، نقشِ اقرار تک ، رمز تھی شاعری
ہم سخن ، کوئی ہمدم ، غزلتا رہا ، وقت کٹتا رہا

☆

قفس میں سانس لینا ہی تو آزادی نہیں ہے
یہ شادی خانہ بربادی ہے ، آبادی نہیں ہے

محبت میں جدائی راس آ جائے گی لیکن
ابھی تک دل مرا اس درد کا عادی نہیں ہے

تجھے اپنی حقیقت سے بڑا ہونا پڑے گا
ترا ہر مسئلہ چھوٹا ہے ، بنیادی نہیں ہے

مکمل سچ ، دکھانا ہے ، تجھے خود بولنا ہے
گواہی مرد کی تیری طرح آدھی نہیں ہے

فضائے جبر میں سب مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں
امیرِ شہر کے گھر کوئی فریادی نہیں ہے

کہاں جائیں ؟ محبت کے ادب آداب سیکھیں
کہ اب تو مکتبِ دل میں بھی استادی نہیں ہے

ہماری جھونپڑی کو یوں تکبر سے نہ دیکھو
ہمارے خواب کی جنت ہے ، شدّادی نہیں ہے

کبوتر ہی نہیں اس باغ میں کوے بھی ہوں گے
ہمیں صیدِ زبوں ٹھہریں ، یہ صیّادی نہیں ہے

کوئی اس عہد کی مشکل سے نکلے بھی تو کیسے ؟
جنونِ عشق ناپیدا ہے ، فرہادی نہیں ہے

نئے پودے محبت سے لگائے جا رہے ہیں
ہمارے ہاتھ اس گلشن کی بربادی نہیں ہے

زمیں زادے لہو سے آبیاری کر رہے ہیں
مگر پھر بھی یہاں جینے کی آزادی نہیں ہے

بہت نازک ہے دل سے دل کا رشتہ دھیان رکھنا
محبت پھول سا جذبہ ہے ، فولادی نہیں ہے

اگر وادی جسے کہہ کر اسیری میں رکھا ہے
مجاہد ہے ، یہ کشمیری ہے ، اپرادھی نہیں ہے

مرے خوابوں کی دنیا ہے ، اسے خوش تاب کر دو
مرے دل کی طرح کوئی حسیں وادی نہیں ہے

غزل کے پیرہن میں جو بسا رکھی ہے ہمدم
بہت سادہ سی محبوبہ ہے ، شہزادی نہیں ہے

☆

دل سے سنو ، دل سے کہو ، کچھ تو کہو
میرے ہو بس ، میرے رہو ، کچھ تو کہو

ہر پل مرے احساس پہ چھائے رہو
اپنی کہو ، میری سنو ، کچھ تو کہو

یہ جھیل میں قندیل سی کیا چیز ہے ؟
اک عمر سے آنکھوں میں ہو ، کچھ تو کہو

چھیڑو غزل تم دھڑکنوں کے ساز پہ
دل کی صدا بن کر رہو ، کچھ تو کہو

کھینچو کوئی نقشِ سخن ، شیریں دہن
سادہ خیالی سے اٹھو ، کچھ تو کہو

کھلتی کلی سے لب ہلیں ، دل سے ملیں
خوشبو کے لہجے سے چھوؤ ، کچھ تو کہو

ہم راز ، ہم آواز ہو ، سارا سفر
یوں ہم قدم بن کر چلو ، کچھ تو کہو

شہرِ خیال آباد بھی خاموش ہے
پھر خواب میں ہی آ ملو ، کچھ تو کہو

تم ہو چراغ زندگی و آگہی
چپ چاپ ایسے مت جلو ، کچھ تو کہو

موجِ صبا کے رنگ میں ، آہنگ میں
تازہ کلی بن کر کھلو ، کچھ تو کہو

دل مل چکے تو ہجر بھی مٹ جائے گا
شکوہ ، گلہ ، جانے بھی دو ، کچھ تو کہو

حرفِ جنوں ، اذنِ جنوں درکار ہے
چارہ گرو ! اے شاعرو ! کچھ تو کہو

رزق سخن کی آس میں بھی پیاس ہے
ہمدم سنو ! کچھ تو کہو ! کچھ تو کہو

☆

خلعتِ عشق سے تشریف بڑھائے جائیں
حسنِ دستار کی تعریف بڑھائے جائیں

دور رہتے ہوئے قربت کی طلب رہتی ہے
لذتِ ہجر سے تکلیف بڑھائے جائیں

ایسے ویسے پہ کوئی لفظ نہ ضائع کریے
واجب الذکر کی توصیف بڑھائے جائیں

اپنے انداز کی تجرید نمایاں کر لیں
جبر کے متن میں تحریف بڑھائے جائیں

سچ بیانی سے نکھرتا ہے سریلا لہجہ
معنی و حرف کی تالیف بڑھائے جائیں

گھولتے جائیں غمِ دل میں غمِ دوراں بھی
موجہ ء درد کی تکثیف بڑھائے جائیں

خشک آنکھوں میں کھلے پھول کشیدہ کر لیں
غم زیادہ ہے تو تخفیف بڑھائے جائیں

سبز رہتا ہے محبت سے علاقہ دل کا
دشمنِ عشق سے تخلیف بڑھائے جائیں

دشت دو لخت کریں ، رستہ نکالیں اپنا
خطہ ء فکر کی تنصیف بڑھائے جائیں

موئے ادراک سے لکھ جائیں کہانی اپنی
ہم درِ حرف پہ تصنیف بڑھائے جائیں

دل سے دو بول کہیں ، موجِ غزل میں ہمدم
پیار سے دل کی تصانیف بڑھائے جائیں

☆

خزاں نژاد کو فصلِ خریف مت کرنا
کسی رذیل کو اتنا شریف مت کرنا

یہ کیمیائی مرکب ، گہر نہیں ہوتا
کوئی کثیف ملے تو لطیف مت کرنا

فصیلِ جسم کے اندر ہے روحِ آزادی
حصارِ جبر میں خود کو نحیف مت کرنا

یہ ہم سوار بھی خنجر سے وار کرتے ہیں
ردیف قافیہ رکھنا ، ردیف مت کرنا

انھیں اسیر نہ کرنا حسین جالوں میں
جواں دلوں کو ابھی سے ضعیف مت کرنا

ہم اپنی تازہ فضاؤں میں سانس لیتے ہیں
ہمارے شہر کا موسم کثیف مت کرنا

ثمر پڑے تو چمن کو سنبھال کر رکھنا
یہ خار و خس ہیں تمھارے ، حریف مت کرنا

جو وار دل پہ سہا ہے ، وہ شعر کرنا بھی
شدید ضرب کو ، ضربِ خفیف مت کرنا

کسی عدو کے حواری سے دور رہنا تم
کسی عزیز کا دشمن حلیف مت کرنا

یہ پارسائی بڑا امتحان لیتی ہے
گناہ گار کو اتنا عفیف مت کرنا

روایتوں سے بغاوت جدید ہے لیکن
کسی بھی جھوٹ کو ہمدم حنیف مت کرنا

☆

سیلاب ہے دھرتی پہ قیامت کی گھڑی ہے
دل ڈوب رہا ہے ، کہیں ساون کی جھڑی ہے

کچھ لوگ ملبے میں بدن ڈھونڈ رہے ہیں
کچھ اور کو تصویر بنانے کی پڑی ہے

برسات نے دریاؤں کا رخ موڑ دیا ہے
بارش کی انا کچے گھروندوں سے لڑی ہے

گھر چھوڑ کے منزل کی طرف دیکھ رہا ہوں
کشتی مری صحرا کے کنارے پہ کھڑی ہے

طوفان کی موجوں نے مجھے گھیر لیا ہے
گرداب کے چکر میں مری جان اڑی ہے

احساس کے کیچڑ سے نکالے ہیں وہ موتی
وہ جن کی چمک آنکھ میں اشکوں کی لڑی ہے

کس کرب کا منظر ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
پتھر کے کلیجے میں وہ تصویر جڑی ہے

پانی سے بچھڑنے کا سبب پوچھ رہا ہوں
کیا پیاس تری دشت کے سینے سے بڑی ہے

موجوں کے سہارے پہ بدن تیر رہا ہے
جینے کی سہولت ہے کہ مجبور کڑی ہے

جینے کی تمنا ہے مگر جی نہیں سکتا
انسان کی اوقات سے یہ بات بڑی ہے

موسم کے بدلتے ہی بدل جائیں گے ہمدم
حالات کے ہاتھوں میں وہ جادو کی چھڑی ہے

☆

فریب چشم غزال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے
یہ حسن کیا ہے ؟ جمال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

خموش لے میں ، کلام آنکھوں سے ہو رہا ہے
جواب اندر سوال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ آئینے کے حضور کیا ہے ؟ وفور کیا ہے ؟
یہ عکسِ حسنِ خیال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ زندگی کیا کسی حسینہ کا بانکپن ہے
یہ نقش ، خط اور خال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

وہ کون خواہش ہے جس کے پنجرے میں آ گئے ہیں
مرے پرندوں پہ جال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ خوش خیالی کسی محبت کا معجزہ ہے
حسیں لبوں پر گلال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ بے قراری ، یہ اضطراری یونہی نہیں ہے
جنون ، وحشت ، ابال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

روایتوں کا امین کیسے جواب دے گا ؟
نئے زمانے کی چال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

قریب آ کر بھی دور جانے کی خو پڑی ہے
یہ ہجر کیا ہے ؟ وصال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

زمین میری ہے آسمانوں کی دسترس میں
عروج کیا ہے ؟ زوال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

نشاط غم ہے کہ لذتِ درد آشنائی
خوشی میں اتنا ملال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ کس کنارے کی موج مجھ سے لپٹ رہی ہے
بھنور سے پہلے اچھال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

تری محبت میں ساری دنیا بھلا چکے ہیں
خراب حالوں کا حال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

دھڑک رہا تھا جو دل وہ پاؤں میں آ گیا ہے
یہ رقص کیا ہے ؟ دھمال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

یہ کس قضیے میں جان ہمدم پڑی ہوئی ہے
جہاں میں کسب کمال کیا ہے ؟ سوال یہ ہے

☆

خواہش کا جہاں وقت سے پیوستہ رہا ہے
ہر خواب ترے نام سے وابستہ رہا ہے

یہ نقش مری خاک سے کھینچے ہوئے خط ہیں
پڑتے ہیں جہاں پاؤں مرا رستہ رہا ہے

احساس کی خوشبو سے در و بام سجائے
خوش دید نگاہوں میں بھی گل دستہ رہا ہے

چاہت بھرے ہاتھوں کی وہ چائے نہیں بھولی
اک شام کا منظر مجھے دل بستہ رہا ہے

میں ذوقِ جنوں لے کے سرِ عشق چلا ہوں
صحرا بھی مجھے غنچہ ء نو رستہ رہا ہے

دل کھل کے محبت کا تماشا نہیں کرتا
یہ راز ہمیشہ سے ہی سر بستہ رہا ہے

سیلاب سے ٹوٹا ہے ، کبھی ابرِ دروں سے
دریا کے کنارے پہ مکاں خستہ رہا ہے

یادوں کی سڑک لے کے مجھے گاؤں چلی ہے
اسکول کے رستے پہ وہی بستہ رہا ہے

پیاسا ہے مگر دشت کو سیراب کرے گا
سالار کے لشکر میں یہی دستہ رہا ہے

میں امن کی خواہش کا شجر پال رہا ہوں
دشمن مرے اطراف کمر کستا رہا ہے

میں نے کبھی دامن کو الٹ کر نہیں دیکھا
اک عمر کوئی سانپ مجھے ڈستا رہا ہے

کیوں گردشِ ایام نے اوقات بدل دی
مہنگا جو خریدا تھا وہی سستا رہا ہے

آباد ہے دل یاد سے ، ویراں نہیں رکھا
اک شخص ہمیشہ سے یہاں بستا رہا ہے

ہر چیز لٹا دی ہے محبت کے نشے میں
دل عشق سے خوگر ہے کہ خرمستا رہا ہے

جو شعر کہا ، دل سے کہا ، پیار میں ہمدم
دھڑکن کا بیاں ، مصرعہ ء بر جستہ رہا ہے

☆

اندرونی ہے یا برونی ہے
عشق سب سے بڑا جنونی ہے

ہر گھڑی داستاں سناتا ہے
یہ زمانہ بڑا فسونی ہے

دشت آباد ہو گیا پھر بھی
کوچہ ء جاں میں بے سکونی ہے

مٹتے مٹتے بھی جان لیتی ہے
خواہشوں کی یہ لاش خونی ہے

اے شب غم ! کوئی چراغ جلا
خواب کی سر زمین سونی ہے

بے بسی ہے کہ نا رسائی ہے
تجھ سے ملنے کی لاگ دونی ہے

اب مسیحا کے بس کی بات نہیں
اب کے یہ چوٹ اندرونی ہے

چشمِ بینا کا نم بتاتا ہے
خواہشِ سبزگی سلونی ہے

زہر آلود ہو رہا ہے دل
کوئی منتر ہے اور نہ دھونی ہے

کون بستی یہاں بسائے گا
دل کے صحرا کی کیا کھتونی ہے

ہائے ! مصروفیت مری ہمدم
کس الاؤ پہ جان بھونی ہے

☆

چلی ہیں سرد ہوائیں ، خزاں کی آمد ہے
بدل رہی ہیں فضائیں ، خزاں کی آمد ہے

ہمارے شہر میں یخ بستگی کا عالم ہے
ہوئی ہیں برف قبائیں ، خزاں کی آمد ہے

حسین شام کا سورج پگھلنے والا ہے
کوئی چراغ جلائیں ، خزاں کی آمد ہے

کھلیں گے آپ تو سر سبز ہوں گے بام و در
ہمارے گھر سے نہ جائیں ، خزاں کی آمد ہے

قبائے زرد میں پتے اداس لگتے ہیں
لبوں پہ پھول کھلائیں ، خزاں کی آمد ہے

ہمارے برگ تو کب کے ہوا سپرد ہوئے
بس آپ اپنی سنائیں ، خزاں کی آمد ہے

بچے کھچے ہوئے پتے پکارتے ہیں ہمیں
شجر کا بوجھ اٹھائیں خزاں کی آمد ہے

کوئی تو پھول کھلے گا اداس آنکھوں میں
نظر اٹھا کے ملائیں ، خزاں کی آمد ہے

سنا ہے پھر کوئی بحران آنے والا ہے
پڑیں گی سر پہ بلائیں ، خزاں کی آمد ہے

بہار زاد رہیں ہم ، ہرے بھرے ہمدم
ہمارے حق میں دعائیں ، خزاں کی آمد ہے

☆

دلوں کی بانجھ مٹی میں شجر کاری نہیں ہوتی
طلوعِ اشک سے پہلے سخن کاری نہیں ہوتی

یہاں دستار کیا معنی ؟ سروں کے تاج سجتے ہیں
مرے بے سر قبیلے میں یہ سرداری نہیں ہوتی

وفورِ شوق آنکھوں میں سجا کے رکھنا پڑتا ہے
نئے کپڑے پہننے سے ہی تیاری نہیں ہوتی

یہ سودا دل کا سودا ہے ، یہاں ہر دام دل کا ہے
سرِ بازار مصنوعی خریداری نہیں ہوتی

بدن کے زخم سلنے سے رفو ہوتے نہیں لیکن
کوئی جب ہاتھ رکھتا ہے تو آزاری نہیں ہوتی

محبت کرنے والا دل کہاں آرام پاتا ہے
محبت جان کا غم ہے ، یہ دلداری نہیں ہوتی

چھپا لیتے ہیں آنسو بھی بچھڑ کر جب بھی ملتے ہیں
نجانے کیوں ہمارے بیچ غم خواری نہیں ہوتی

فریبِ زندگی دے کر ستارا ڈوب جاتا ہے
سرابِ دشت سے آگے سحر کاری نہیں ہوتی

ہمارے پاس لے دے کر محبت کا اثاثہ ہے
نمائش کیا کریں ؟ ہم سے اداکاری نہیں ہوتی

یہاں خود غرض لوگوں نے ترازو ہی بدل ڈالے
گرانی کے مطابق اب دکاں داری نہیں ہوتی

میں خواہش کا شجر پتہ بہ پتہ کاٹ لیتا ہوں
بظاہر میرے ہاتھوں میں کوئی آری نہیں ہوتی

میں کب کا نفرتوں کی چال کے اندر گھرا ہوتا
اگر مجھ پر محبت کی ضیا باری نہیں ہوتی

ہمارے موڈ سے ہمدم کہاں موسم بدلتے ہیں
ہمارے نام سے خاروں پہ گل کاری نہیں ہوتی

☆

پیار کرتی ہوئی آنکھوں کا اثر دیکھ لیا
دل سے دل تک ہے محبت کا سفر ، دیکھ لیا

آنکھ والوں نے مرا ذوقِ نظر کیا دیکھا
میرے اطراف ترا نورِ سحر ، دیکھ لیا

زندگی بھر کا اثاثہ یہی خوش نظری ہے
دل کی آنکھوں سے تجھے حسنِ نظر دیکھ لیا

کوئی منظر نہ رہا دل میں اترنے والا
چاندنی رات میں جب رشکِ قمر دیکھ لیا

دھوپ نگری سے پلٹتے ہیں تو آ جاتے ہیں
کن پرندوں نے مرا سبز شجر دیکھ لیا

آنکھ لگتے ہی مرے پاس چلی آتی ہیں
تیری یادوں نے مرا خواب نگر دیکھ لیا

شوخ آنکھوں سے نمودار حسیں نظم ہوئی
نرم لہجے میں غزل دار ہنر دیکھ لیا

شاخ در شاخ مہکتے ہوئے پتے دیکھے
سبز پیڑوں پہ بہاروں کا ثمر دیکھ لیا

حاصلِ زیست وہی رختِ سفر باندھا ہے
راہ چلتے جو سرِ راہ گذر دیکھ لیا

اب تو پتھر سے بھی مضبوط نظر آتا ہے
شکریہ ! تو نے مرا کانچ کا گھر دیکھ لیا

پیاس بجھتی ہے کہاں شوقِ نظارہ ٹھہرے
یہ بھی کیا کم ہے تجھے ایک نظر دیکھ لیا

آئینہ زاد مسافت میں سہولت یہ تھی
گر ادھر دیکھ نہ پایا تو ادھر دیکھ لیا

میں اکیلا تھا مگر خود سے ملا کر آنکھیں
اپنے اندر کوئی ہم زاد بشر دیکھ لیا

کون ؟ یہ شہر ہوس ناک بچا پائے گا
اس خرابے نے اگر خاک بسر دیکھ لیا

اب زمانے کو دکھاؤں گا نظارا کیا ہے ؟
حسنِ نایاب ! ترا زیر و زبر دیکھ لیا

دل بھٹکتا تھا سرِ شام اندھیرا کر کے
پھر ہوا یوں کہ تری یاد کا در دیکھ لیا

ہجرتِ ذات کے اسباب نظر آئیں گے
دل کے صحرا میں اگر کونج کا پر دیکھ لیا

میری خوش تاب نگاہوں کا نظارا یہ ہے
جس طرف تو نظر آیا تو ادھر دیکھ لیا

تو مرے خون کی سرخی میں رواں ہے ہمدم
جب بھی چاہا ہے تجھے جانِ جگر دیکھ لیا

☆

خیال و خواب میں ڈھلتے دسمبر کی کسک ہے کیا ؟
سنہرے زرد لمحوں کی چمک ہے کیا ؟ دمک ہے کیا ؟

ہری آنکھوں میں نم ہے کیا؟ بھرے دل میں نمک ہے کیا؟
مری سانسوں کو مہکاتی ہوئی تازہ مہک ہے کیا ؟

ترے احساس میں رہتے ہوئے خود سے نہیں ملتا
مری سچی محبت پر ابھی تک تجھ کو شک ہے کیا ؟

تری دھڑکن کے زیر و بم تجھے مسرور کرتے ہیں
ترے لہجے کی موسیقی میں چاہت کی کھنک ہے کیا ؟

یہی آوارگی ذوقِ جنوں کی آبیاری ہے
غزالِ دشت کی جستِ تحیر میں لپک ہے کیا ؟

ستارہ وار آنکھوں سے سحر تخلیق ہوتی ہے
حسیں پلکوں کے سائے میں چراغوں کی جھلک ہے کیا؟

کوئی سیڑھی نہیں ملتی ، کوئی رستہ نہیں ملتا
زمیں زادوں کے دروازے پہ دیوارِ فلک ہے کیا ؟

کلی سے پھول کھلنے تک نمودِ برگ لازم ہے
خزاں آلود کیا جانیں کہ غنچے کی چٹک ہے کیا ؟

میں گاؤں واپسی کا آخری رستہ نکالوں گا
کوئی پھولوں کی پگڈنڈی ، کوئی کچی سڑک ہے کیا ؟

فرشتوں اور انسانوں کے دامن میں ہے کیا کیا کچھ ؟
ہیں کیا مُلک و ملِک ، مِلکِ فلک زادِ مَلَک ہے کیا ؟

یہ موسم عین میری زندگی کی شام جیسا ہے
حسیں رنگوں کی آمیزش میں خوابوں کی دھنک ہے کیا ؟

مرا دل رقص کرنے کو مچلتا ہے بہت لیکن
ترے پاؤں کی پائل میں وہ پہلی سی چھنک ہے کیا ؟

اسی پر پیچ الجھن سے مری سوچیں سلجھتی ہیں
حسیں زلفوں کا لہراؤ، لٹک ہے کیا ؟ جھٹک ہے کیا ؟

میں اپنے گھر کے دروازے پہ دل محسوس کرتا ہوں
کسی دستک سے پہلے ہی یہ پاؤں کی دھمک ہے کیا ؟

کسی طوفان میں ہمدم دیا تیرا نہیں بجھتا
ہوا کے ہاتھ میں تیرے لیے کوئی لچک ہے کیا ؟

☆

ترے عنوان سے لکھا محبت کا سبق ہے کیا ؟
کتاب دل میں کونے سے مڑا پہلا ورق ہے کیا ؟

مرے اطراف رہتا ہے خیال و خواب کا موسم
سحر انگیز آنکھوں میں دھنک ہے کیا ؟ شفق ہے کیا ؟

حدود زندگی کیا ہے ؟ نمود آگہی کیا ہے ؟
زمیں کا آخری منظر ، حسیں نیلا افق ہے کیا ؟

وفورِ دل محبت کی علامت بن گیا ورنہ
رگوں میں دوڑتے پھرتے لہو کی یہ رمق ہے کیا ؟

یہ سلکی پیراہن اوڑھے ہوئے سیمیں بدن کیا ہے ؟
سجل ادراک میں ترشا ہوا صیقل عمق ہے کیا ؟

ترے لہجے کی گہرائی سے کیسا درد اٹھتا ہے ؟
ترے لفظوں کی خاموشی میں افسردہ قلق ہے کیا ؟

بنفشی روشنی میرے بدن سے کیوں لپٹتی ہے ؟
فصیلِ جاں کو پگھلاتا ہوا روشن طبق ہے کیا ؟

اگر نیندیں میسر ہوں تو میں بھی دیکھ سکتا ہوں
مگر خوابوں کی آسانی میں سونا بھی ادق ہے کیا ؟

ترے بیدار ہونے کا نظارہ اور ہی کچھ ہے
اندھیری رات سے پھوٹی ہوئی اجلی فلق ہے کیا ؟

مسلسل ہجر میں دل کو تسلی کیوں نہیں ملتی ؟
ترے اوقات پر ہمدم کوئی میرا بھی حق ہے کیا ؟

وہ کیسے لوگ ہیں ہمدم جنھیں تعبیر ملتی ہے
جہاں میں کامیابی کا کوئی ایسا سبق ہے کیا ؟

☆

شیشے میں اک خواب سجایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟
اپنے ہاتھوں دل زخمایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

اب کے برس بھی وصل کی خواہش کرتے کرتے گزری
اب کے برس بھی ہجر کمایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

الٹے سیدھے نقش مٹائے پھر بھی رمز نہ پائی
ہم نے اپنا رنگ جمایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

تنہائی جب آن پڑی تو وحشت سے گھبرائے
دیواروں سے سر ٹکرایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

مفت میں ہی نیلام ہوئے ہم ، دام نہ پایا کوئی
یوں ہی اپنا آپ گنوایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

صبح و شام بہلتے جائیں ، پھر بھی چین نہ پائیں
تیری یادوں کو سمجھایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

تجھ سے سچی نسبت رکھی ، تجھ سے دل کا رشتہ
تیرے ہوتے دل بہلایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

کالی شب میں بارش نے جب سارے دیپ بجھائے
میں نے اپنا خواب جلایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

یخ بستہ سوچوں نے کتنے سرخ چنار جلائے
سرد دسمبر جب بھی آیا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

سارا جسم خزاں کر بیٹھے لیکن سبز رہے ہم
پھر بھی سوال یہ ہم پر آیا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

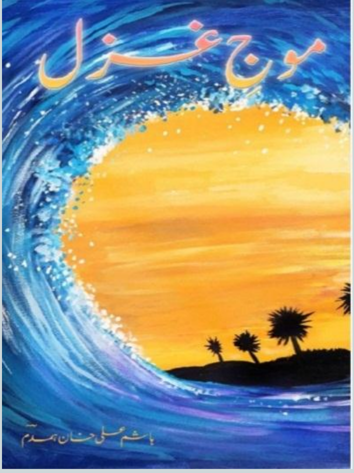
دل کی بات نہ سمجھا کوئی ، لیکن داد کمائی
ہمدم بس اک شعر سنایا ، کیا کھویا ؟ کیا پایا ؟

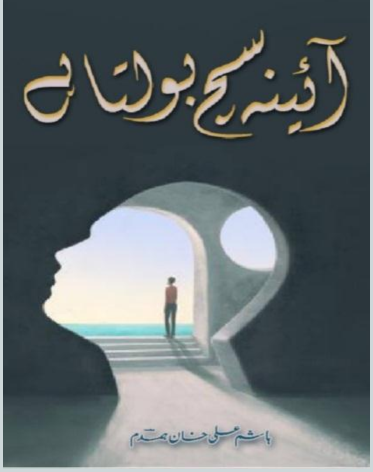


ہاشم علی خان ہمدم کا سرمایۂ شعر و سخن

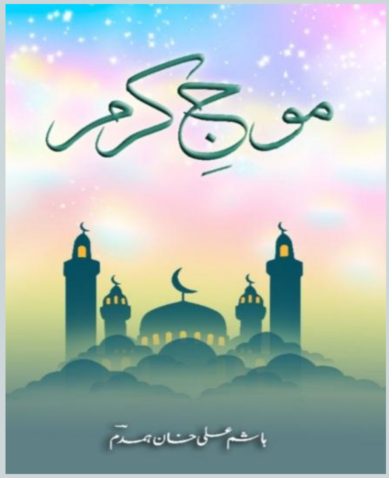
- موجِ کرم (حمد و نعت)
- پانچواں موسم (غزلیات)
- آئینہ سچ بولتا ہے (غزلیات)
- موجِ غزل (طرحی غزلیات)
- محبت کی زبان (طرحی غزلیات)
- دُھوپ کی دیوار (طرحی غزلیات)
- چراغِ فکر (طرحی غزلیات)
- جہانِ خواب (طرحی غزلیات)
- چشمِ تماشا (طرحی غزلیات)
- سراب سے آگے (طرحی غزلیات)
- تیسرے کنارے پر (طرحی غزلیات)
- آدھا سفر (طرحی غزلیات)
- نمودِ سحر (طرحی غزلیات)
- آخری چراغ (غزلیات)
- چراغِ حرف (غزلیات)
- غزل پوش (غزلیات)
- دم (دیوان)
- سبیل کرم (نعتیہ مجموعہ)
- طیبۂ جاں (نعتیہ نظمیں)
- خواب سراب (نظمیں)
- روشنی کے پھول (سلام و مناقب)
- سیلفیاں (مزاحیہ کلام)

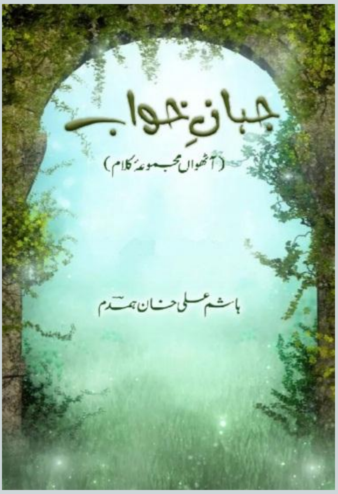
مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

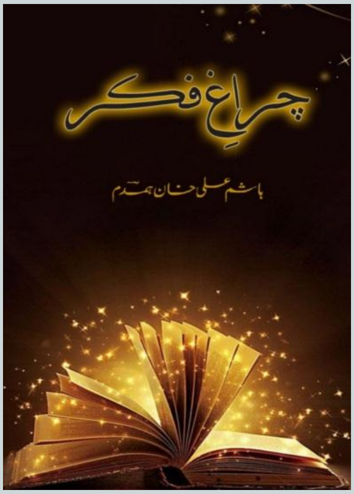

موجِ غزل
ہاشم علی خان ہمدم


آئینہ سچ بولتا ہے
ہاشم علی خان ہمدم

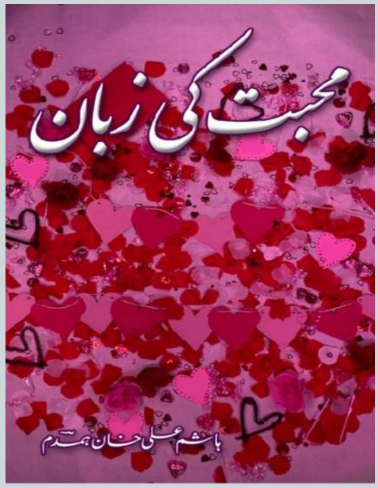

پانچواں موسم
ہاشم علی خان ہمدم

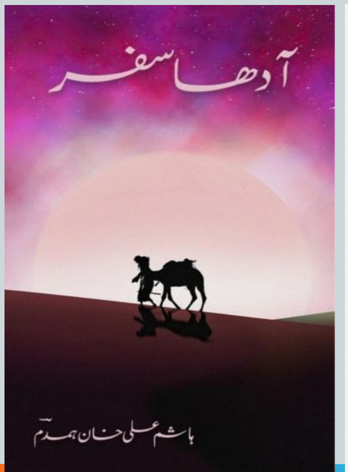

موجِ کرم
ہاشم علی خان ہمدم

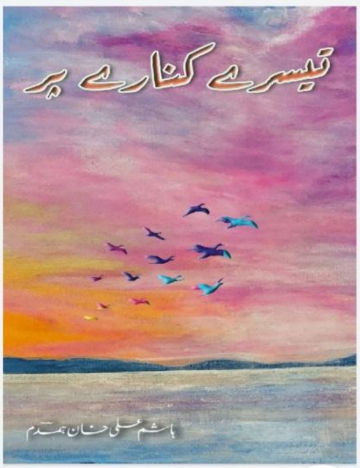

جہانِ خواب
(آٹھواں مجموعہ کلام)
ہاشم علی خان ہمدم


چراغِ فکر
ہاشم علی خان ہمدم

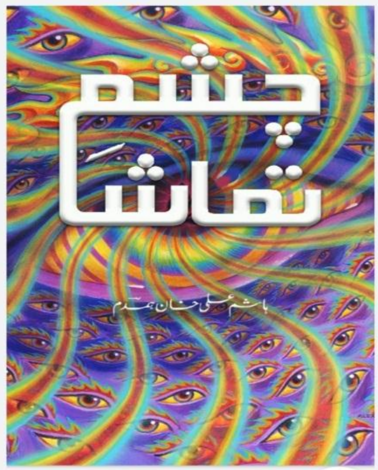

دھوپ کی دیوار
ہاشم علی خان ہمدم


محبت کی زبان
ہاشم علی خان ہمدم

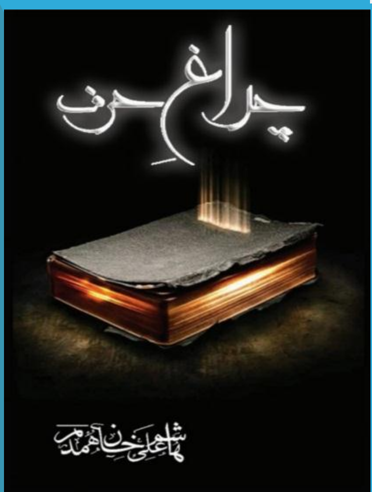

آدھا سفر
ہاشم علی خان ہمدم

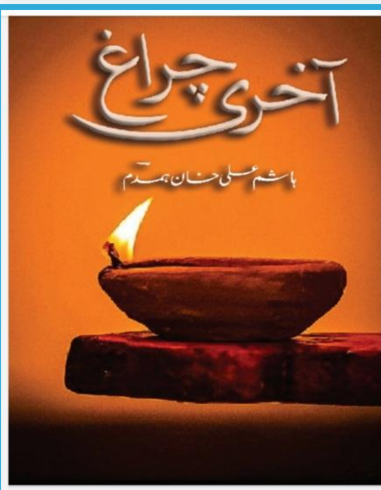

تیسرے کنارے پر
ہاشم علی خان ہمدم

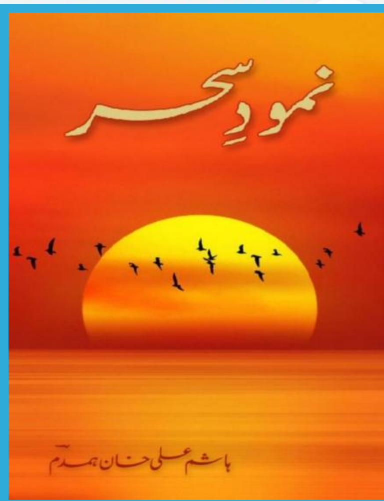

سراب سے آگے
ہاشم علی خان ہمدم


چشمِ تماشا
ہاشم علی خان ہمدم


غزل پوش
ہاشم علی خان ہمدم


چراغِ حرف
ہاشم علی خان ہمدم


آخری چراغ
ہاشم علی خان ہمدم


نمودِ سحر
ہاشم علی خان ہمدم